اسلامی اندلس میں کتب خانے

اور

شائقین کتب

از

اسپینی مستشرق خولیان ربیرا

(Julian Ribera Y Tarrago)

1859 - 1937

مترجم

احمد خان - اسسٹنٹ لائبریرین

ادارۂ تحقیقات اسلامی

مطبوعہ در ماہنامہ ”فکرو نظر“ دسمبر ۱۹۷۲ء - جنوری ۱۹۷۳ء

ادارۂ تحقیقات اسلامی - اسلام آباد

۱۹۷۳

سلسلۂ مطبوعات ادارۂ تحقیقات اسلامی ، نمبر ۳۲

اشاعت اول (کتابی صورت میں) : ستمبر ۱۹۷۴ء

تعداد : ۲۵۰

ناشر : ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد

اسلامی اندلس میں کتب خانے

اور

شائقین کتب

از

اسپینی مستشرق خولیان ریبیرا

(Julian Ribera Y Tarrago)

1859 - 1937

مترجم

احمد خان - اسسٹنٹ لائبریرین

ادارۂ تحقیقات اسلامی

مطبوعہ در ماہنامہ "فکرو نظر"، دسمبر ۱۹۷۲ء - جنوری ۱۹۷۳ء

مطبع

ادارۂ تحقیقات اسلامی - اسلام آباد

۱۹۷۳

فہرست

عرض مترجم

اسپین میں پچھلی صدی کے اواخر اور اس صدی کے اوائل میں اندلس کے مسلمانوں کی علمی و ادبی ثقافت کا شیدا اور اس میں تحقیق کرنے والا ایک مستشرق خولیان ریبیرا (Julian Ribera y Tarrago 1958 - 1934) ہو گزرا ہے - اس نے تمام عمر وهاں کے مسلمانوں کے علمی ورثے کو اجاگر کرنے کی کوشش میں بسر کی - اس کی اس قسم کی تحریرات سے ایک مقالے کا ترجمہ کتابوں اور ان کے شائقین کے بارے میں پیش کیا جاتا ہے -

دراصل ریبیرا نے سرقسطہ کے طبی اور سائنسی علوم کے کالج میں *Bibliofilos y Bibliotecas en la Epana Mnsulmana* کے عنوان سے ایک لیکچر دیا تھا - جو وهیں کے مجلہ *La Derecha* میں پہلی مرتبہ شائع ہوا - پھر شائقین کے مطالبے پر اسی شہر کے ایک دوسرے رسالے *Topografia de la Derecha* میں طبع ہوا - تیسری مرتبہ فنون لطیفہ اور سائنسی علوم کی سرکاری اکیڈمی کے خرچ سے عمدہ شکل میں ۱۹۲۵ء میں بھی زیور طباعت سے آراستہ ہوا - پھر مصنف نے اسے اپنی کتاب Disertaciones y *Opusculos*, Madrid, 1928. میں شامل کرلیا -

اس مقالہ کی ندرت، ضرورت اور اهمیت کے پیش نظر معہد المخطوطات العربیہ (قاهرہ) کے مجلہ (مئی ۱۹۵۸ء و مئی ۱۹۵۹ء) میں اس کا عربی ترجمہ ڈاکٹر جمال محمد محرز نے شائع کیا -

پاک و هند کے شائقین کتب کو اس مقالے سے استفادے کا بہت انتظار تھا - میں کافی عرصہ تک اس کے اصل نسخے (جو سپینی زبان میں ہے) کی تلاش میں رہا مگر دستیاب نہیں ہوا - مسلمانوں کے اس علمی ورثے سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے بالآخر عربی سے ہی اس کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے -

ڈاکٹر موصوف نے ترجمہ کرتے وقت مصنف کے ماخذوں کی طرف رجوع نہیں کیا بدیں وجہ اعلام میں کافی غلطیاں رہ گئی تھیں، جو میں نے اصل والوں کو پیش نظر رکھ کر درست کردی ہیں۔ اس کے علاوہ جن معلومات کے حوالے نہیں دئے جا سکے ان کے ماخذوں کی بھی میں نے نشان دہی کردی ہے۔ حوالہ جات کو موجودہ مطبوعہ نسخوں کے مطابق بھی کردیا ہے تاکہ قارئین کو رجوع کرتے وقت آسانی ہو۔

اس کے مطالعے سے آپ کو یہ علم ہوگا کہ اندلسی مسلمانوں کے پاس کیسا علمی ذخیرہ تھا اور سقوط غرناطہ کے بعد اسے کس طرح نذر آتش اور دریا برد کیا گیا۔

فرڈی نینڈ اور ازابیلا نے جب مسلمانوں کا آخری قلعہ غرناطہ بھی فتح کرلیا تو مسلمانوں کو حکم دیا کہ جس قدر عربی کتابیں ان کے پاس موجود ہیں وہ محکمہ احتساب کے سامنے پیش کریں تاکہ ان کی جانچ پڑتال کی جاسکے اور ان میں سے فلسفہ، طب اور تاریخ کی کتابیں انہیں واپس کردی جائیں اور باقی کو نذر آتش کردیا جائے۔ انھوں نے ایسا حکم یہ سمجھتے ہوئے دیا تھا کہ اس طرح مسلمانوں کو ان کے دین سے پھیرنے میں آسانی ہوگی۔ مگر وہ اس مقصد میں کامیاب نہ ہوسکے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس حکم کے نافذ کرنے والوں نے کچھ درگزر سے کام لیا۔ بالاخر کارڈینل خیمینیس (Francisco Ximenez de Cisneros) نے ارادہ کیا کہ اس حکم کی پابندی ضرور ہونی چاهئے۔ چنانچہ اس نے بہت سخت احکامات جاری کئے، جس کے نتیجہ میں ہزاروں عربی مخطوطات جمع ہوگئے جنہیں غرناطہ کے بڑے میدان میں، جو باب الرملہ کے نزدیک تھا، سر عام جلا کر راکھ کردیا گیا۔

یہ واقعہ ایک عام میدان میں ہوا اور اسے بہت سے آدمیوں نے دیکھا۔ کئی معاصر مؤرخین نے تحریر بھی کیا۔ جو اب تک ویسے ہی بیان ہوتا آیا ہے۔ اس واقعے کی تائید کنندگان کے شعور اور تعصب دینی کے احساس نے اسے کچھ عرصہ سے معرکۃ الاراء بنا دیا ہے۔ جس کی بدولت اس کا دفاع کرنے والوں کے لئے اس میں تحقیق و تدقیق بہت مشکل ہوگئی ہے۔ نتیجۃً انتہا پسند لوگوں نے اس میں اختلاف کی بنا پر اس روایت ہی میں تحریف شروع کردی۔ وہ مؤرخین جو کارڈینل خیمینیس کی اس زیادتی کا یہ خیال کرتے ہوئے دفاع کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے دلوں سے دین ختم کرنے کے لئے موصوف

نے جو طریقہ اختیار کیا وہ بہت مناسب اور کسی حد تک مفید تھا، ایسے حضرات جلائی جانے والی کتابوں کی تعداد میں اضافہ کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ تعداد کی کثرت اس واقعے کی قدرو منزلت بھی بڑھا دے گی۔ ان کے مقابلہ میں جن لوگوں نے اس سانحے کو باعث شرم خیال کیا انہوں نے مسلمانوں کے اس ادبی ذخیرہ کو، جس کا بچایا جانا ضروری تھا، حقارت کی نگاہ سے دیکھا اور انہیں بھی تعداد بڑھانے میں کوئی عار نہ آئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ دینی تعصب سے پیدا ہونے والے غصے اور وحشت و بربریت کے سخت مخالف تھے۔ بہت کم ایسے لوگ تھے جو اس تعصب کی نذر نہیں ہوئے۔ درحقیقت وہی لوگ اس واقعہ کا دفاع کرنے والے ہیں۔ یہ واقعہ ایک ایسا مسئلہ بن چکا ہے جس میں کثرت سے اختلاف رائے موجود ہے۔ حال ہی میں (تقریبا ۱۸۹۰ء) غرناطہ میں ایک نئی رائے نے عوام کے ذہنوں میں سخت اضطراب پیدا کردیا ہے۔ وہ یہ کہ ایک آزاد رائے صحافی جو عربی سے بھی نابلد ہے، جسے اس واقعہ میں کسی قسم کا نقصان پہنچنے کا اندیشہ بھی نہیں، وہ تعصب کے اس شنیع و قبیح فعل کی ایک مبہم سی تصویر کھینچتا ہے جس میں کارڈینل خیمینیس نے احساس و شعور کو بالائے طاق رکھ کر مسلمانوں کے حکمت و دانش کے عظیم ذخیرے کو، جو لاکھوں کتابوں پر مشتمل تھا، برسر عام آگ میں جھونک دیا(۱)۔ اس کے برعکس جناب سیمونیت (Francisco Jabia Simonet) جنھوں نے اپنی زندگی عربی علوم کے لئے وقف کر رکھی ہے اس واقعے کے دفاع میں کھڑے ہوئے ہیں۔ دل میں یہ خیال رکھتے ہوئے کہ جو کچھ جلایا گیا ہے وہ تحقیقی نقطۂ نظر سے بیکار تھا۔ انہوں نے خیمینیس کے دفاع میں روایتی انداز اختیار کیا ہے۔ اور یہ ثابت کرنے کی سعی کی ہے کہ اسلامی اسپین میں اس قدر مخطوطات کا وجود ہی ناممکن تھا۔ اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے ''اگر مسلمانوں کے ہاں اس قدر کتابیں تھیں تو اس کا مطلب ہے کہ وہ علم اور ثقافت کی بدولت اس دنیا کی اقوام میں سب سے آگے تھے۔ مگر اسپین میں ملنے والے عربی مخطوطات اس خیال کی تائید نہیں کرتے۔ اس پر مستزاد یہ کہ جس طرح تمدنی

(۱) مسلمانوں سے محبت اور اس قیمتی ذخیرے کے نقصان سے پیدا شدہ احساس کے تحت اس صحافی نے کتابوں کی تعداد مبالغہ کی حد تک بڑھا دی ہے۔

میدان میں آج کل کے عرب ممالک پیچھے ہیں اسی طرح اسلامی اندلس بھی پیچھے رہا ہوگا۔ یہ اس امر کی بین دلیل ہے کہ اسپینی مسلمان ابھی غیر متمدن دور سے آگے نہیں بڑھے تھے،،(۲)۔

اس غلو اور زیاتی نے میرے ضمیر کو جھنجوڑا اور اس امر پر مجبور کیا کہ تحقیق کے ذریعے معلوم کیا جائے کہ اسپینی مسلمانوں کے پاس کس قدر کتابیں تھیں اور وہ کہاں تک کتابوں سے دلچسپی رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ میرے خیال میں یہ مسئلہ مسلمانوں کی ادبی تاریخ کا ایک اہم اور ضروری مسئلہ بھی ہے۔

میں نے اس ضمن میں جو تحقیق کی ہے اس کے نتیجہ کے طور پر میں ببانگ دھل اعلان کرتا ہوں کہ اسپینی مسلمانوں کے پاس لاکھوں کتابوں کا نہ صرف وجود ممکن ہے بلکہ حقیقت میں یہ ایک امر واقعہ بھی ہے۔ اس سے یہ مطلب ہرگز نہ لیا جائے کہ وہ باقی اقوام عالم سے تمدن و ثقافت میں آگے تھے۔ کیونکہ کافی تعداد میں کتابوں کا جمع کرلینا اور بہت سے علماء کا پیدا ہوجانا کسی قوم کی علمی ترقی کی نشانی نہیں ہوسکتی۔ لیکن لاکھوں کتابوں کا جمع ہونا بذات خود اس امر کی دلیل ہے کہ اندلس غیر تمدنی دور سے بہت آگے نکل چکا تھا۔

وہ اقوال جو مؤرخین نے اس ضمن میں بیان کئے ہیں ان کی صحت کے بارے میں میں اپنی تحقیق کے ابتدائی مراحل میں تردد کا شکار ہوگیا تھا۔ کیونکہ وہ میرے لئے نئے اور بالکل غیر متوقع تھے۔ چنانچہ ان کی کثرت ورود نے اس مرحلہ پر ان میں مبالغہ کے رجحان کو بہت تقویت پہنچائی۔ ایسے اقوال مختلف النوع گروہوں کی طرف منسوب ہیں۔ ایسے عقائد کے لوگوں سے بھی منسوب ہیں جن کا ہمارے موضوع بحث سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ بجز اس کے کہ ان مختلف گروہوں میں ایک قدر مشترک تھی۔ اسی اتفاق (قدر مشترک) نے میرے شکوک و شبہات کو یک قلم ختم کردیا تھا۔

---

(۲) سیمونیت نے خیمینیس کے دفاع میں لکھتے ہوئے یہاں تک کہا ہے کہ اندلسی مسلمانوں کی ثقافت کے بارے میں جو کچھ کہا جاتا ہے اس میں زیادہ تر خرافات اور اوہام کا دخل ہے اور تمدنی ترقی تو تمام تر مفروضات پر مبنی ہے۔

مگر میں اس کے باوجود اتنے پر قانع نہ رہ سکا یہاں تک کہ اپنی تحقیق کی بدولت تمام باتوں کی کنہہ تک پہنچ گیا۔

ان تاریخی حوادث میں جن کی توجیہ مشکل ہے ایک عجیب و غریب حادثہ اس قوم (عربوں) کا خط بھی ہے۔ جس میں حروف کے مقطوع حصوں سے الفاظ بنائے جاتے ہیں کیونکہ جن لوگوں نے اسے ایجاد کیا ہے وہ بھیڑ بکریاں چرانے والے غریب لوگ تھے۔ وہ خانہ بدوش تھے۔ ایک وسیع اور بارش سے نابلد وادی غیرذی زرع میں پانی کی تلاش میں سرگرداں رہتے۔ انھوں نے کبھی کوئی چھوٹی سی نہر بھی نہیں دیکھی تھی۔ یہ سب انداز انسان کے ابتدائی دور کے اطوار تھے۔ بہت عجیب بات تو یہ ہے کہ وہ قرب و جوار کی متمدن اقوام سے بھی مستفید نہ ہوسکے۔ اس کے باوجود اس قوم کے پاس حروف تہجی کا ایک عمدہ سیٹ اور مدون خط تھا جو صرف قدیم متمدن اقوام میں دیکھا جاسکتا ہے، جنہیں تجارتی ضرورت اور آپس کا میل جول ایسے خط کی ایجاد و اخذ پر مجبور کرتا ہے۔ ہمیں یہاں ایک عجیب و غریب حقیقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور وہ یہ کہ عربی خط ایسے تسلسل کا حامل ہے جس میں کسی مقام پر بھی کوئی خلل نہیں ہے، جس کی بدولت اس کا مقابلہ نہ روسی خط کرسکتا ہے نہ یونانی اور نہ عبرانی۔ اور وہ ایسا ہے کہ اسے آج کل ٹائپ رائٹر سے باسانی لکھا جاسکتا ہے۔ اس کے باوجود کہ اس خط میں الفاظ مختلف حروف کے ملنے سے بنتے ہیں جو کبھی سالم اور کبھی مقطوع شکل میں ہوتے ہیں، یہ پڑھنے والے کی ذہانت اور خط کی عمدگی کی دلیل ہے کہ وہ انہیں آپس میں نہ صرف جوڑ لیتا ہے بلکہ بعض اوقات ناقص حروف کا اندازہ بھی لگا لیتا ہے۔ وہ لفظ جو چار یا پانچ مقطوع حروف سے مل کر بنتا ہے وہ ساکن حروف والی اسپینی زبان کی نسبت زیادہ سرعت کے ساتھ تحریر کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً لفظ ''محمد،، عربی خط میں تحریر کرنے میں اس قدر دقت نہیں ہوتی جس قدر کہ Muhammad کے پہلے حروف یعنی M کو اسپینی زبان میں لکھتے ہوئے ہوتی ہے۔ وہ ٹیڑھا پن جو لاطینی حروف میں ہے اسے اگر سیدھا کرکے دیکھا جائے تو ہم پر یہ بات عیاں ہوجائے گی کہ اسپینی میں ایک

لفظ Muhammad لکھنے میں جو ٹیڑھا پن ہے وہ عربی کے لفظ محمد سے کئی گنا زیادہ ہے۔

بدیں وجہ ہمیں اس امر پر حیران نہیں ہونا چاہئے کہ عربی میں لکھنے والوں نے لاطینی زبانوں کی نسبت زیادہ کیسے لکھ لیا ہوگا۔ اسی طرح اگر ہم یہ دیکھیں کہ ایک جیسی ہی کوشش اور وقت میں عربی لکھنے والا لاطینی لکھنے والے کی نسبت چارگنا زیادہ تحریر کرسکتا ہے تو تعجب نہ کرنا چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ یعنی مسلمان اس میدان میں ہم سے چار گنا آگے ہیں۔ ایک دوسری بات یہ ہے کہ اہل یورپ اور دیگر قدیم اقوام ازمنہ وسطی میں تحریر کے لئے پائپرس (بردی) اور جھلی استعمال کرتے تھے، جو قلت یا حصول میں دقت کی بنا پر بہت مہنگے ہوتے تھے۔ ان کے برعکس مسلمانوں نے تو ابتدائی ادوار ہی سے کاغذ کا استعمال شروع کردیا تھا۔ اور ان کی اس صنعت نے پائپرس کو از کار رفتہ بنا دیا تھا۔ اسی طرح جھلی بھی بہت کم استعمال ہونے لگی۔ لہذا اس دوسری بات کی بدولت کہ وہ ابتدا ہی سے کاغذ کا استعمال کررہے تھے، کتابوں پر کئے جانے والے اخراجات تو اور بھی کم ہوگئے تھے، مسلمانوں کی سرعت کتابت اور کاغذ کے استعمال کے نتیجے میں جو اثر اس وقت مترتب ہوا تھا اسے موجودہ عہد کے مطبع، کتابوں کے پھیلاؤ اور کتب خانوں سے مقابلہ کرکے باسانی دیکھا جاسکتا ہے۔

علاوہ ازیں مسلمانوں کے مخصوص نظام حیات نے کتاب کو تعلیم کا واحد ذریعہ بنا دیا تھا(۳)۔ اگرچہ دوسرے امور کی طرح یہ ایک بنیادی بات نہیں ہے تاہم دوسرے وسائل کی موجودگی میں یہ دکھانے کے لئے کافی اہمیت کی حامل ہے کہ مسلمانوں میں کتابیں کس طرح پھیلیں۔ یونانیوں

---

(۳) ابن خلدون اپنی کتاب (مقدمہ، تحقیق دی سلان، ص ۴۰۷) میں بیان کرتا ہے کہ ابتدائی ادوار میں مسلمان جھلی استعمال کرتے تھے کیونکہ وافر مقدار میں میسر آجاتی اور پھر لکھائی بھی کم تھی۔ مگر جونہی اس کا استعمال کتابوں اور سرکاری وثائق کے لئے ہونے لگا تو کم پڑگئی۔ چنانچہ ہارون رشید کے برمکی وزیر نے کاغذ کے کارخانوں کی طرف توجہ کی اس وقت سے حکومت کے دفاتر میں کاغذ استعمال ہونے لگا۔ اس سے کتابیں بھی بہت بننے لگیں اور کاغذ کی صنعت میں نفاست بھی پیدا ہونے لگی۔

کے ہاں سیاسی مجالس قائم ہوتی تھیں جہاں وہ ایسے مسائل میں مہارت حاصل کرتے تھے۔ ان کے پاس تھیٹر وغیرہ بھی تھے جن میں انسانی زندگی کے مختلف گوشے دکھائے جاتے۔ علمی جامعات تھیں جن میں علوم پڑھائے جاتے اور ان میں عام بحث و تمحیص ہوتی رہتی۔ اس طرح ہر شخص جو چاہتا سیکھ لیا کرتا۔ ان میں سے کوئی چیز بھی مسلمانوں کے پاس موجود نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں سیاسی خطابت کو پھولنے پھلنے کا موقعہ نہ مل سکا۔ بات دراصل یہ تھی کہ ان کا ماحول ایسی خطابت کا مقتضی نہ تھا۔ یہی حال عدالتی خطابت کا تھا۔ کیونکہ مسلمانوں کے ہاں ایسے محکمے نہ تھے جن میں وکیلانہ خطابت و استدلال کی ضرورت پڑتی۔ اسی طرح خطابت علمی بھی ترقی نہ کرسکی اس لئے کہ اس کے مواقع کم تھے۔ اس کا بنیادی سبب یہ تھا کہ ایسے مناقشات جن میں دلائل و حجج سے کام لیا جاتا، انہیں بنظر استحسان نہیں دیکھا جاتا تھا۔ البتہ دینی مناظروں اور مباحثوں میں کافی ترقی ہوئی۔ مگر وہ انفرادی اور شخصی خواہشات کے تابع ہوگئے۔ عوام کی ادبی زندگی کسی حد تک بازاروں میں خرافاتی قصے سننے اور مساجد میں کتابیں پڑھنے تک محدود رہی۔ چنانچہ یہ لوگ عموماً الف لیلہ کے قصوں میں کھوئے رہتے تھے۔ اس طرح قدیم زمانے ہی سے عرب لوگ دوسری اقوام کی نسبت کتابوں میں زیادہ مستغرق رہنے لگے تھے۔ علاوہ ازیں کتابیں سستی ہونے کے ساتھ تعلیم میں بہت استعمال کی جاتی تھیں۔ مختلف اسلامی ممالک میں کتابوں کی جانب ایک جیسی توجہ تھی اور نہ زور۔ یہ امر ان ممالک میں زیادہ واضح طور پر دیکھا جاسکتا ہے جہاں پر قدیم تمدن نے ترقی کی تھی۔ اس وجہ سے فارس، مصر اور اسپین کے مسلمان تمدن و کلچر میں دوسروں کی نسبت آگے تھے۔ چنانچہ ان کے درمیان شائقین کتب بھی زیادہ تھے۔ مگر یہاں یہ بتانا مشکل ہے کہ ان تینوں میں سے کونسا خطہ دوسروں کی نسبت آگے تھا۔ کم از کم ہمارے (اسپینی لوگوں کے) پاس ایسی وجوہ ہیں جن کی بنا پر، اس معاملے کی بحث و تمحیص کے موقعہ پر، ہم اپنے موقف سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ کیونکہ اسپین میں کتابوں سے دلچسپی اس قدر بڑھی کہ واقعی حیرت کی حد تک پہنچ گئی۔

ابتدائی ایام میں جب مسلمانوں نے اندلس میں ان فوجی چھاؤنیوں کو فتح کیا، جو شہروں اور قلعوں میں قائم تھیں تاکہ ماتحت علاقوں کو پوری طرح زیر رکھ سکیں، کہا جاتا ھے ان ایام میں کتابوں نے اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ لاطینی مستعرب مسیحوں نے اپنی ثقافت کے علاوہ دوسروں کے رسم و رواج کو بھی محفوظ کیا ھے۔ اور اس زبان میں کیا ھے جو اصلی اور قدیم تھی، وھی زبان جو ان کے آباؤ اجداد قدیم سے بولتے آرھے تھے۔ لیکن جب یہ لوگ کثرت سے حلقہ بگوش اسلام ھونے لگے اور حکومت کو بھی علماء کی احتیاج محسوس ھوئی تو یہی لوگ کتابیں جمع کرنے اور مشرقی ممالک سے علوم کے حصول کے لئے ایک دوسرے سے سبقت کرنے لگے۔ یہ علمی تحریک اندلس میں شرعی علوم کی قلت اور ناپختگی کے باوجود چل رھی تھی۔ چنانچہ علماء مشرقی ممالک سے جو کتابیں اندلس میں لے گئے ان کے تذکروں سے کتابیں بھری پڑیں ھیں۔ اسی طرح ان لوگوں کا بھی ذکر ملتا ھے جنھوں نے مشرقی ادب کی مشہور و معروف کتابیں اندلس میں متعارف کرائیں۔

معروف نحوی و قاری الکسائی کی کتاب (غالبا وہ ''فیما یلحن فیہ العامة،، تھی) اندلسی خلفاء کی اولاد کا اتالیق جودی بن عثمان نحوی (متوفی ۱۹۸ھ) اندلس لے گیا(۴)۔ مدینہ منورہ میں متداول بہت سی کتابوں کو اندلس میں متعارف کرانے کا سہرا عبدالرحمن بن دینار بن واقد الغافقی (۱۶۰ھ-۲۰۱ھ) کے سر ھے(۵)۔ جاھلی شعراء کے کچھ دواوین اور لغت کی کچھ کتابیں، اصمعی کی روایت کے مطابق، محمد بن عبد السلام بن ثعلبہ بن زید بن الحسن بن کلب ابن ابی ثعلبہ الخشنی اندلس لے گیا(۶)۔ یہ بات عام مشہور ھے کہ خلیل بن احمد

---

(۴) ابن الأبار: التکملة لکتاب الصلة۔ ط مطبعة السعادة بمصر، ۱۹۵۵ء۔ ج ۱ ص ۲۴۹، ترجمہ نمبر ۶۵۹۔

(۵) ابن الفرضی: تاریخ العلماء و الرواة للعلم بالأندلس. تحقیق عزت العطار الحسینی، ۱۹۵۴ء ج ۱ ص ۲۹۹ ت ۷۷۶۔

(۶) ایضاً: ج ۲ ص ۱۶ ت ۱۱۳۴۔

فراهیدی کی کتاب العین، قاسم بن ثابت السرقسطی مشرق سے لے گئے تھے(۷)۔ ابو عبدالملک عثمان بن المثنی (متوفی ۲۷۳ھ) نے عرب کے مشہور شاعر حبیب ابن اوس طائی کا دیوان انہی سے پڑھا اور اس کی ایک نقل اندلس بھی لیتے گئے۔ یہ ابو عبدالملک ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے عبدالرحمان بن الحکم یعنی عبدالرحمن ثانی کے بیٹوں محمد اور عمر کو پڑھایا ہے(۸)۔ ابو عبداللہ محمد ابن عبداللہ بن الغازی بن قیس نے، جو قرطبہ کے رہنے والے تھے، عربوں کی تاریخ، شاذ لغت اور شعری ادب کا بہت سا حصہ اندلس منتقل کیا(۹)۔ ابو جعفر احمد ابن محمد بن ہارون بغدادی نے ابن قتیبہ اور عمرو بن بحر الجاحظ کی کچھ کتابیں اندلس میں متعارف کرائیں۔ ان میں ابن قتیبہ کی کتابوں کی روایت ابو جعفر نے ابن قتیبہ کے بیٹے سے حاصل کی تھی(۱۰)۔

بعض ایسی کتابیں بھی اندلس میں منتقل ہوئیں جن کو وہاں کے علماء نے استحسان کی نظر سے نہیں دیکھا۔ ان میں سے بعض تو جدل و مناقشہ کا سبب بنیں۔ چنانچہ جب ابو محمد عبداللہ بن محمد بن قاسم بن ہلال (متوفی ۲۷۲ھ) نے، جو قرطبہ کے شہری تھے، ابو سلیمان داؤد بن سلیمان کی کتابیں اندلس پہنچائیں تو ابو محمد عبداللہ کے ہمعصر علماء نے برا منایا(۱۱)۔ قرطبہ کے باشندے ایوب بن سلیمان بن حکم بن عبداللہ بن بلکایش بن الیان القوطی (متوفی ۳۲۶ھ) نے، عوام کی مرضی کے خلاف عراق کی متداول کتابیں اپنے شہر میں داخل کیں، جنہیں ان سے ان کے بیٹے کے سوا کسی نے نہیں پڑھا(۱۲)۔ قرطبہ کے ایک عالم ابو عبدالرحمن بقی بن مخلد (۲۰۱ھ-۲۷۶ھ) جب "مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ"، اپنے شہر میں لائے تو اس کتاب کی بدولت

---

(۷) المقری: نفح الطیب. ط لائیڈن. ج ۱ ص ۹۳ھ۔
(۸) ابن الفرضی: تاریخ العلماء و الرواۃ للعلم بالاندلس. ج ۱ ص ۳۴۶ ت ۸۹۱۔
(۹) ایضاً: ج ۲ ص ۴۴ ت ۱۱۵۲۔
(۱۰) ایضاً: ج ۱ ص ۴۷ ب ۲۰۱۔
(۱۱) ایضاً: ج ۱ ص ۲۵۷ ت ۶۵۵۔
(۱۲) ایضاً: ج ۱ ص ۱۰۳ ت ۲۷۰۔

وھاں کے علماء کے درمیان اختلاف و جدل کی ایک نئی راہ کھل گئی (۱۳) -

اندلس میں کتابیں لانے میں صرف علماء ھی کا حصہ نہیں ھے بلکہ اس نیک کام میں شاھی خاندان کے افراد بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رھے - جیسے حبیب بن ولید بن حبیب دحون (۱۴)، اور ابن الاحمر ھاشمی محمد بن معاویہ بن عبدالرحمن بن عبدالرحمن بن معاویہ نے فقہ اور دیگر اسلامی علوم کی کتابیں مشرق سے منگوائیں (۱۵) - اس کار خیر میں تاجر اور سیاح بھی برابر کے شریک تھے - یہ لوگ سفر کے دوران مشرق کے وراقین * کے ھاں سے کتابیں خرید لاتے - ان کا مقصد ان کتابوں کو اچھے داموں بیچنا ھوتا، یا پھر یہ کتابیں اپنے پاس رکھتے جن سے ان کی شہرت ایک عالم کی طرح ھوجاتی، جیسا کہ ابو بکر احمد بن الفضل بن العباس دینوری (متوفی ۳۴۹ھ) نے کیا (۱٦) - ایسا ھی قرطبہ کے ایک تاجر احمد بن خالد بن عبداللہ بن قیبل بن یبقی الجذامی (متوفی ۳۷۸ھ) کا عمل رھا (۱۷) - اھل قرطبہ میں سے ایک اور صاحب محمد ابن عبید بن ایوب (متوفی ۳۱۷ھ)، جو دباج مشھور تھے اور لکھنا پڑھنا معمولی سا جانتے تھے، مشرق سے کتابیں جمع کرلائے تاکہ اپنے آپ کو عالم ظاھر کرسکیں (۱۸) - اسی طرح محمد بن عیسی بن رفاعة الخولانی نے بھی کیا تھا (۱۹) -

لوگ زیادہ تر کتابیں بیچنے کی بجائے جمع کرنے کا شوق رکھتے تھے - جیسا کہ غرناطہ کے ایک عالم فاضل عبدالملک بن حبیب نے کیا تھا - انھوں نے

---

(۱۳) الضبی : بغیة الملتمس فی تاریخ رجال اھل الأندلس - تحقیق ریبیرا، میڈرڈ ۱۸۸۴ . اص ۱٦ ؛ ابن الفرضی : محولہ بالا - ج ۱ ص ۱۰۷ ت ۲۸۳ -

(۱۴) ابن الأبار : التکملة لکتاب الصلة . ج ۱ ص ۲۷۷ ت ۷۳۸ -

(۱۵) الضبی : بغیة الملتمس . ص ۱۱٦ ت ۱۷۱ -

* وراق دراصل ان اشخاص کو کہا جاتا ہے تھا جو کتابیں نقل کرکے پڑھنے کے قابل صورت تک تیار کرتے تھے

(۱٦) ابن الفرضی : تاریخ العلماء و الرواة للعلم بالاندلس . ج ۱ ص ۵۷ ت ۲۰۳ -

(۱۷) ایضاً : ج ۱ ص ٦۸ ت ۱۸٦ -

(۱۸) ایضاً : ج ۲ ص ۳۹ ت ۱۹۹ -

(۱۹) ایضاً : ج ۲ ص ۵۷ ت ۱۲۴۵ -

اپنے ہم عصروں میں سب سے زیادہ زیادہ کتابیں جمع کر رکھی تھیں (۲۰)۔ ھاشم بن خالد البیری نے بہت نفیس اور صحیح ترین کئی مخطوطات جمع کر رکھے تھے (۲۱)۔ موھب بن عبدالقادر بن موھب نے جب مشرق کا سفر کیا تو اس نے بہت سی کتابیں اکھٹی کرلیں۔ مگر واپسی پر موت نے آلیا۔ ان کی یہ کتابیں، ان کے ساتھی باجہ کے باشندے اندلس میں لائے تھے(۲۲)۔

ان حضرات میں سے بعض نے اپنی جمع کردہ کتابیں طالبان علم کے افادۂ عام کے لئے مساجد میں یا عوام کے لئے مناسب جگہوں پر رکھوا دی تھیں۔ جیسا کہ ھارون بن سالم نے اپنا ذخیرۂ کتب احمد بن خالد کے ھاں رکھوا دیا تھا تاکہ طالبان علم اس سے باسانی استفادہ کرسکیں (۲۳)۔

ابو بکر بن خیر الاشبیلی نے اپنی کتاب (فہرسة ما رواہ عن شیوخه) میں ان کتابوں کو مفصل بیان کیا ھے۔ جو مختلف علوم میں مشرق سے اندلس میں منتقل ھوئیں۔ ان کتابوں کی فہرست میں مختلف علوم کی خصوصی فصول میں دیکھا جاسکتا ھے۔

---

(۲۰) ابن الخطیب : الاحاطة فی اخبار غرناطة. مخطوطه در الاکادیمیة الملکیة للتاریخ فی مدرید . ج ۱ ورقه ۱۳۵ -
(۲۱) ابن الفرضی : تاریخ العلماء و الروة للعلم بالاندلس . ج ۲ ص ۱٦۸ ت ۱۰۳٦ -
(۲۲) ایضا : ج ۲ ص ۱۵۲ ت ۱۳۸۵ -
(۲۳) ایضا : ج ۲ ص ۱٦٦ ت ۱۵۳۰ -

(۲)

جب مولدین* میں اس نئے دین (اسلام) کی محبت بڑھی تو دین اور اس کی زبان کی تعلیم و تدریس میں بھی اضافہ ھوا ۔ دن بدن اس کی طرف توجہ زیادہ ھوتی گئی ۔ پڑھنے کا رجحان عام ھوگیا اور عام لوگوں میں اس کا چرچا ھونے لگا ۔ ابتداء میں اس علمی تحریک کی رفتار بہت سست بلکہ نہ ھونے کے برابر تھی ۔ اور اموی خلفاء کے ابتدائی عہد میں تو اسے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ۔ مگر عبدالرحمن الداخل کے دور میں جب مخالفین کی مکمل سرکوبی کردی گئی اور سلطنت پوری طرح منظم ھوگئی تو اس تحریک کی رفتار میں حیرت انگیز ترقی ھوئی ۔ قدرتی طور پر امن و سکون اور منظم زندگی کا دور دورہ ھوگیا ۔ اسلحے اور معرکہ آرائی کی جگہ صنعت و تجارت نے لے لی ۔ ملک میں خوشحالی بڑھی اور برآمد میں اضافہ ھو گیا ۔ نتیجۃً اس عہد میں بیت المال اس قدر بھر گیا کہ ایسی حالت نہ کبھی پہلے ھوئی تھی اور نہ کبھی اس کے بعد دیکھی گئی ۔

دارالسلطنت قرطبہ خوشحالی کے ثمرات سے کچھ زیادہ ھی بہرہ مند ھوا ۔ مدنیت اور آبادی میں بہت ترقی ھونے لگی ۔ وادی الکبیر کے دونوں کناروں پر اونچے اونچے محل اور عمارتیں ابھر آئیں ۔ شہر بہت خوبصورت بن گیا ۔ بازار سڑکیں اور مساجد لوگوں سے بھر گئیں ۔ ایسی حالت میں حکومت کی توجہ رفاہ عامہ کی طرف مبذول ھونے لگی ۔ سڑکیں بنائی گئیں ۔ انتظامی امور کے

---

* غیر عرب والدین کی وہ اولاد جس نے عربوں میں پرورش پائی ۔

لئے پولیس کا محکمہ وجود میں آیا ۔ اعیان سلطنت نے نہروں، کنؤوں اور دیگر عوامی ضرورت کی چیزوں کے بنانے میں دل کھول کر حصہ لیا ۔ الداخل نے نے مدینة الزہراء کے بنانے میں بہت شاہ خرچی سے کام لیا ۔ خلفاء کے اس عالمی اور تاریخی شہرت کے مالک شہر کی تعمیر میں مشرق و مغرب کے فنکاروں نے حصہ لیا ۔ بیزنطینی اور جلیقی (Galice) حکومتوں نے نہ صرف ہاتھ بٹایا بلکہ ماہرین فن بھی بھیجے ۔

اس شہر کی علمی شہرت دیکھ کر اندلس اور باہر کے علماء، طالبان علم، نساخ* ، وراق اور تاجر قرطبہ میں جمع ہونے لگے ۔ ان تمام طبقات کے لوگوں کی بدولت یہ شہر صنعت و حرفت اور تجارت کا مرکز بن گیا ۔ طلیطلہ اور شاطبہ میں کاغذ کے کارخانوں کے قیام سے لوگوں کی توجہ کتابوں اور تعلیم و تعلم کی طرف اور بھی بڑھ گئی ۔ یہ شغف روز بروز بڑھتا رہا ۔ ایسے حالات میں شائقین کتب پیدا ہوئے اور مختلف انواع کے کتب خانے کثرت سے وجود میں آنے لگے ۔ اس بحث کی طوالت کے ڈر سے ہم صرف اہم اور بڑے بڑے کتب خانوں پر سرسری نظر ڈالتے ہیں ۔

صاحب کتب خانہ کی عظمت شان، تعداد کتب کی کثرت اور قیمت کے لحاظ سے ان سب میں سب سے اچھا شاہی کتب خانہ تھا ۔ اموی خلیفہ عبدالرحمن اول کے عہد سے، جو خود بہت بڑا ادیب اور شاعر تھا، تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری ہوا تھا ۔ اندلس میں ایسے لوگ بھی برسراقتدار آئے جو فلسفہ سے دلچسپی رکھتے تھے اور اس کی کتابیں جمع کیا کرتے تھے، جبکہ ان کی رعایا کو اس علم سے کوئی دلچسپی نہ تھی ۔ محمد بن عبدالرحمن کے عہد پر روشنی ڈالتے ہوئے مؤرخین نے بتایا ہے کہ اس عہد میں شاہی کتب خانہ قرطبہ کے کتب خانوں میں سب سے بہتر تھا ۔ عبدالرحمن الناصر کتابوں کا اس قدر

* وہ لوگ جو اجرت پر یا ویسے ہی صرف کتابیں نقل کرنے کا کام کرتے تھے ۔

شائق تھا کہ اس کی اس دلچسپی کی شہرت جب بیزنطینی حکام تک پہنچی تو الناصر کی عنایت اور توجہ حاصل کرنے کے لئے انہوں نے سب سے عمدہ تحفہ جو بھیجا وہ دیسقوریدس * کی کتاب تھی۔ اس کا نسخہ سنہرے حروف سے لکھا گیا تھا اور جڑی بوٹیوں کی تصاویر کو رنگوں سے سجایا گیا تھا۔ اندلسی خلیفہ نے بیزنطینی بادشاہ سے خواہش ظاہر کی کہ اس کتاب کو عربی زبان میں ترجمہ کرنے کے لئے کوئی عالم بھیجا جائے کیونکہ الناصر خود یونانی نہیں جانتا تھا۔ اور وہاں کوئی اچھا عالم نہیں ملا۔ اس پر بیزنطینی بادشاہ نے راہب نقولا کو اس خدمت کے لئے روانہ کیا۔ یہ بات یہاں بیان کرنا بے جا نہ ہوگا کہ قرطبہ میں مسلمان اور یہودی أطباء رہتے تھے اور ان میں اس وقت ابو عبداللہ الصقلی بھی تھے جو یونانی زبان اچھی طرح جانتے تھے وہ اپنے عمیق مطالعہ اور وافر علم کی بدولت اس کتاب میں مذکور تمام بوٹیوں سے واقف ہوگئے بھی تھے مگر بارہ بوٹیوں کو پوری طرح نہ پہچان سکے(۱)۔

جن دنوں الحکم اور محمد دونوں شہزادوں نے ملکی و غیر ملکی اساتذہ کی نگرانی میں حصول علم کا سلسلہ شروع کیا اور کتابوں سے ان کی دلچسپی حد درجہ بڑھ گئی تو وہ اپنے باپ کے کتب خانے پر قانع نہ رہ سکے، اور ان میں اس بات پر مسابقت شروع ہو گئی کہ دونوں میں سے کون زیادہ اور عمدہ کتابیں جمع کرتا ہے۔ چند سال کے بعد شہزادہ محمد کا انتقال ہوگیا تو اس کا کتب خانہ اس کے بھائی الحکم کے پاس منتقل ہوگیا۔ جس میں ان کے والد کا کتب خانہ بھی شامل ہوگیا۔ اس طرح اس ایک کتب خانے میں دونوں بھائیوں اور آبا و أجداد سبھی کے کتب خانے جمع ہو گئے۔

قصر شاہی میں بالالتزام اسپین کے ماہر ترین جلد ساز ہمیشہ کام میں

---

* یہ کتاب جڑی بوٹیوں پر لکھی گئی تھی اور اپنے فن کی بہترین کتاب سمجھی جاتی تھی۔

(۱) Leclerc, L: Histoire de la medecine Arabe. Paris, 1876. Tome I P. 419.

لگے رہتے تھے - جن کے ساتھ بغداد اور سسلی کے جلد ساز معاون کے طور پر کام کرتے - ان کے علاوہ کتابوں پر تصاویر اور بیل بوٹے بنانے والے بھی ہوتے جو عمدہ لکھی ہوئی کتابوں کو خوبصورت بنانے میں کوشاں رہتے - آخر میں یہ کتابیں علماء کی ایک جماعت کے حوالے کی جاتیں جو اصل سے مقابلہ اور تصحیح کا کام کرتے اور اس کے صلے میں بڑے بڑے وظائف پاتے - ان علماء میں، جنھوں نے حکم ثانی کے کتب خانے کے لئے مقابلہ اور تصحیح کا کام کیا ھے، قرطبہ کے محمد بن یحیی بن عبد السلام رباحی بھی تھے جو جیان کے باشندے تھے - انہوں نے قرطبہ میں سرکردہ علماء سے علم حاصل کیا جن میں حکم ثانی بھی شامل تھے - ان صاحب کی وفات رمضان ٣٠٨ھ میں ہوئی ھے(٢) - اسی طرح قرطبہ کے ادیب اور عربی زبان کے ماھر اور وراق محمد بن الحسین الفہری اور محمد بن معمر الجیانی، کتابوں کی نقلیں تیار کرنے اور مقابلہ میں مصروف رہتے - اس وقت کی مشہور لغت کی کتابیں یہ اصحاب تیار کرتے(٣) - ایسے ناقلین کتب جن کی اھمیت شاہ وقت کے نزدیک زیادہ تھی، ان میں سسلی کے عباس بن عمرو بن ھارون (٢٩٥ھ-٣۷٩ھ) سب سے آگے تھے - انہوں نے خلیفہ کے لئے بہت سی کتابیں نقل کیں اور ان کی خوبصورت اور عمدہ جلدیں بنائیں(۴) - ظفر بغدادی، عباس بن عمرو الصقلی اور یوسف بلوطی بھی ایسے لوگوں میں شامل تھے(٥) - مردوں کے علاوہ یہ کام عورتیں بھی کرتیں تھیں - لبنی (متوفیہ ٣٩۴ھ)(٦) اور فاطمہ بنت

---

(٢) ابن الفرضی : تاریخ العلماء والرواة للعلم بالأندلس. ج ٢ ص ۷١ ت ١٢٩٢ -

(٣) ابن الأبار : التكملة لكتاب الصلة. ج ١ ص ١٠٦ ت ٣٦٢؛ الضبی : بغية الملتمس ص ٦١ ت ۴٩ -

(۴) ابن الفرضی : تاریخ العلماء والرواة للعلم بالأندلس. ج ١ ص ٣۴٣ ت ٨٨٦ -

(٥) ابن الأبار : التكملة لكتاب الصلة. ج ١ ص ٣٩۷ ت ٩٣٦؛ المقری : نفح الطيب. ج ٢ ص ۷٦ -

(٦) ابن بشکوال : کتاب الصلة. تحقيق السيد عزت العطار الحسينی، ط القاهرة، ١٩٥٥ء- ج ٢ ص ٦٥٢ ت ١٥٢٩ -

زکریا بن عبداللہ الکاتب الشیلاری (متوفیہ ٣٢٧ھ) نے خلیفہ کے ھاں کاتب کی حیثیت سے کام کیا ھے(٧) -

مہتمم کتب خانہ (Chief Liberarian) کا عہدہ قصر شاھی میں سب سے بڑا عہدہ سمجھا جاتا تھا - جس پر کسی خاص آدمی کو مقرر کیا جاتا جو کتب خانے میں کتابیں تیار کرانے، جمع کرنے اور ان کی حفاظت کا ذمےدار ھوتا تھا - ایسے ھی مہتمم کتب خانے کا، جس کا نام تلید تھا، بیان ھے کہ شاھی کتب خانہ چار لاکھ کتابوں پر مشتمل تھا جس کی فہرست میں صرف کتابوں کے ٹائٹل اور ان کے مصنفین کے اسماء مندرج تھے - یہ فہرست چوالیس اجزاء پر مشتمل تھی اور ہر جز میں پچاس پچاس ورق تھے(٨) -

بلا شبہ شاھی کتب خانے کی یہ تفصیلات کسی مبالغے پر مبنی نہیں ھیں، کیونکہ اس میں تین کتب خانے شامل تھے (جن کا ذکر اوپر ھوچکا ھے) - الحکم بہت سی رقم دیکر کتابوں کے تاجروں کو ان کے حصول کے لئے بھیجا کرتا - جو مشرقی ممالک میں نئی تالیف شدہ کتابوں کی تلاش میں سرگرداں رھتے - علاوہ بریں ان کے خاص نمائندے قاھرہ، بغداد، دمشق اور اسکندریہ میں مستقل طور پر کام کرتے، اور جو جو نئی کتابیں ان جگہوں میں تالیف ھوتیں ان سے الحکم کو مطلع کرتے - مستزاد یہ کہ الحکم مولفین سے خود بھی براہ راست رابطہ رکھتے جیسا کہ اس بات سے ظاھر ھے کہ ایک دفعہ الحکم نے ایک مصنف کو ایک ہزار دینار دیکر اس کی کتاب کا واحد نسخہ فوراً خرید لیا - اس عجلت پسندی کے پیچھے یہ جذبہ کارفرما تھا کہ مصنف کے وطن (ایران) کی بجائے پہلے اندلس میں یہ کتاب منصہٴ شہود پر آئے -

---

(٧) ایضاً : ج ٢ ص ٦٥٥ ت ١٥٣٦ -

(٨) المقری : نفح الطیب. ج ١ ص ٢٤٩ - ٢٥٠ -

کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اپنے طور پر الحکم کے لئے مشرقی ممالک سے کتابیں اکھٹی کرنے میں مشغول رہتے ۔ ان میں یہ لوگ بھی شامل تھے : ابن حیان اندلسی جو مصر میں مقیم تھے، ان کے علاوہ ابن یعقوب الکندی تھے ۔ بغداد کا مشہور وراق طرخان ناسی بھی یہی کام کرتا تھا(۹) ۔

الحکم کی رعایا میں یہ بات عام طور پر مشہور تھی کہ جس شخص کو بادشاہ تک رسائی حاصل کرنی ہوتی یا اس کی نظر میں اچھا مقام حاصل کرنا ہوتا وہ اسے کوئی نادر کتاب جو اس کے کتب خانے میں موجود نہ ہوتی، پیش کردیتا اور اس طرح اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاتا تھا ۔ الحکم کے عہد کے علماء بھی اپنی تالیفات اور دیگر نادر تصانیف کے نسخے انہیں پیش کیا کرتے ۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کے علاوہ قرطبہ کے مسیحیوں کے ایک اسقف نے بھی ''اندلسی مسیحیوں کی عیدوں،، کے بارے میں ایک کتاب پیش کی تھی ۔ یہ بہت عمدہ کتاب تھی اور اس کتاب کی بدولت اس نے الحکم کے ہاں ایک خاص مقام حاصل کرلیا تھا ۔ ابن مفرج نے، جو صوبۂ قرطبہ کے شہر فونتاوریا کے باشندے تھے، الحکم کو اپنی بہت سی تالیفات پیش کیں ۔ انہوں نے مشرق سے بہت سی کتابیں اندلس میں منتقل کیں اور ایک عمدہ کتب خانہ بنایا ۔ ابن مفرج اصحاب علم میں شمار ہوتے تھے ۔ خلیفہ نے انہیں اپنے مصاحبین خاص میں رکھا ہوا تھا(۱۰) ۔ محمد بن الحارث بن أسد الخشنی نے، جو قیروان کے رہنے والے تھے، الحکم کے لئے کئی کتابیں تالیف کیں، جن میں کتاب ''قضاۃ قرطبہ،، بھی شامل ہے(۱۱) ۔ اسی طرح قرطبہ

---

(۹) ابن الأبار : الحلة السیراء. طبعة حسین مونس، القاهرہ، ۱۹۶۳. ج ا ص ۲۰۲ ؛
Gayangos: The History of the Muhammaden Dynasties in Spain. Apendix Vol. P. XL.

(۱۰) المقری : نفح الطیب. ج ۱ ص ۶۰۵ ۔

(۱۱) ابن الفرضی : تاریخ العلماء والرواة للعلم بالأندلس. ج ۲ ص ۱۱۴ ت ۱۴۰۰. یہ کتاب مقالہ نگار نے مع اسپینی ترجمہ شائع کی ہے ۔

کے مطرف بن عیسی الغسانی نے البیرۃ شہر کی بہت عمدہ تاریخ لکھی اور الحکم کی خدمت میں پیش کی۔ اس کتاب کا عنوان تھا: ''المعارف فی أخبار کورۃ إلبیرۃ وأھلھا و فوائدھا و أقالیمھا و غیر ذلک من منافعھا۔ ان صاحب کا انتقال ۳۷۷ھ میں ہوا(۱۲)۔ احمد بن محمد بن فرج، نے جو جیان کے رہنے والے تھے، اپنے کلام کا مجموعہ الحکم کو ھدیۃً بھیجا تھا(۱۳)۔ وادی الحجارۃ کے وراق محمد بن یوسف نے افریقہ کے جغرافیہ سے متعلق ایک کتاب لکھی تھی اور الحکم کو تحفۃً بھیجی تھی(۱۴)۔ الحکم نے ابن الصفار عبداللہ بن محمد مغیث کو اندلس اور مشرق کے اُموی خلفاء کے اشعار کی جمع و تدوین پر مامور کیا اور اسی بنا پر ۳۵۲ھ کی جنگوں میں شمولیت سے اس کو مستثنی قرار دے دیا تھا۔ کتاب کی تکمیل کے بعد ابن الصفار کا اسی سال انتقال ہوگیا(۱۵)

الحکم کی کتابوں سے محبت اور ان کے حصول پر بے دریغ دولت خرچ کرنا دکھاوے کے لئے نہ تھا بلکہ وہ ان کتابوں کو باقاعدہ پڑھا کرتے اور ان پر یاد داشتیں نوٹ کرتے، اور ان کے بارے میں ناقدانہ اظہار خیال بھی کرتے۔ بعد میں آنے والے علماء کے لئے ان کے تحریر کردہ نوٹ بہت کارآمد ثابت ہوئے اور انہوں نے ان سے بہت فائدہ اٹھایا۔ الحکم کے یہ نوٹ اس امر کی بین دلیل ہیں کہ وہ عالم کہلانے کے واقعی مستحق تھے۔ وہ اپنے اس عمل سے علم و تحقیق کے اس اونچے مقام پر متمکن ہوئے جہاں کسی دوسرے کے لئے، جسے ایسی ہی کتابیں میسر ہوں، پہنچنا بہت دشوار تھا۔

---

(۱۲) ابن بشکوال: کتاب الصلۃ. ج ۲ ص ۵۸۷ ت ۱۳۶۷۔

(۱۳) ایضاً: ج ۱ ص ۱۱ ت ۲؛ الضبی: بغیۃ الملتمس، ص ۱۴۰۔ ۱۴۲ ت ۳۳۱۔

(۱۴) المقری: نفح الطیب. ج ۲ ص ۱۱۲۔

(۱۵) ابن بشکوال: کتاب الصلۃ. ج ۱ ص ۱۳۷ ت ۵۴۶؛ الضبی: بغیۃ الملتمس. ص ۳۱۹۔ ۳۲۰ ت ۸۸۴۔

جس عمارت میں الحکم کا کتب خانہ تھا وہ کچھ عرصہ کے بعد ناکافی ہوگئی تو الماریوں میں کتابیں ایک دوسرے کے اوپر رکھ دی گئیں، یہاں تک کہ مزید کتابوں کے لئے بالکل گنجائش نہ رہی - چنانچہ کتب خانہ کو دوسری جگہ منتقل کرنا پڑا - [اس کتب خانہ کی عظمت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ] اس کے منتقل کرنے میں چھ ماہ لگ گئے جبکہ خاصی تعداد میں لوگ مسلسل اس کام میں لگے رہے - سوانح پر لکھی ہوئی کتابوں، مخطوطات جو قدیم اور مشہور نساخوں کے تحریر کردہ تھے اور خاص کتابوں کے منتقل کرنے میں اچھا خاصا وقت صرف ہوا - اس کی وجہ ظاہر ہے ان کی ندرت اور ضخامت پیش نظر تھی - مختصر یہ کہ متاخرین میں سے کتابیں جمع کرنے والوں نے اس کتب خانے کے بارے میں یہ کہا ہے کہ: ''ایسا نادر روزگار کتب خانہ اس کرۂ ارض پر کوئی بادشاہ پہلے جمع کرسکا نہ بعد میں،، - قرطبہ میں ایسے کتب خانے کا وجود کوئی عجیب و غریب بات نہ تھی جس پر بہت حیرانی ہو کیونکہ شاہی خاندان نے اس کے بنانے میں اسی قدر محنت صرف کی تھی جس قدر کہ اس وقت قرطبہ کے لوگ عام طور پر کر رہے تھے -

اب ہم ان کتب خانوں کا ذکر کرتے ہیں جو عوام‌الناس میں سے ان لوگوں کے پاس تھے جو کافی شہرت یافتہ تھے - ان میں ابن فطیس کا کتب خانہ سر فہرست ہے - اس کے مالک قرطبہ کے امیر ترین گھرانے سے تعلق رکھتے تھے - جس محلہ میں رہائش پذیر تھے اس کے تقریباً تمام مکان انہی کی ملکیت تھے - موصوف نے کتب خانے کے لئے الگ ایک خاص عمارت بنوائی تھی اس کی تعمیر میں یہ بات مد نظر رکھی گئی تھی کہ ایک خاص جگہ سے کتب خانے کی ساری کتابیں بیک وقت نظر آسکیں - اس عمارت کے دروازے، چھت، دیواریں اور کھڑکیاں سب کو ہرے رنگ سے رنگ دیا گیا تھا - اسی طرح فرش پر بچھے ہوئے قالین اور ان پر پڑے ہوئے تکیے وغیرہ بھی اسی رنگ کے تھے -

اس کتب خانے میں چھ نساخ مستقل طور پر لکھنے اور نقلیں تیار کرنے کا کام کرتے رہتے تھے - انہیں معاوضے میں معقول رقمیں دی جاتی تھیں تاکہ وہ اطمینان سے یکسو ہوکر کام کرسکیں اور عجلت کی وجہ سے جو اغلاط اور اسقام رہ جاتے ھیں ان کا خدشہ نہ رہے - اس کتب خانے کے مہتمم شہر کے بڑے علماء میں سے تھے جن کا نام أبو عبداللہ محمد بن عیسی بن محمد ابن معلی بن أبی ثور الحضوبی (۳۱۷ھ-۳۹۶ھ) تھا - یہ صاحب محلہ بنی فطیس ھی میں مقیم تھے - دراصل یہ صاحب تھے تو بسطہ کے مگر یہاں اس محلے میں امام مسجد مقرر ہوئے، اسی وجہ سے انہیں یہاں کے لوگوں میں ایک مقام حاصل تھا(۱۶) - الحضرمی کتابوں کی فہرست بنانے اور خاص اور اہم کتابوں کی نقلیں تیار کرنے کا کام بھی کرتے تھے -

جب کبھی ابن فطیس کے علم میں آتا کہ فلاں شخص کے پاس امہات کتب میں سے کوئی اصل کتاب موجود ھے تو یہ صاحب اس کتاب کے حصول پر بے دریغ رقم خرچ کردیتے - اس کے لئے دوگنا، سہ گنا بلکہ چارگنا رقم بھی دینے سے گریز نہ کرتے - جب کبھی کسی کتاب کو قیمةً حاصل کرنے میں ناکام ہوجاتے تو اس کو کسی اور واسطے سے حاصل کرنے کی کوشش کرتے - اگر پھر بھی کامیاب نہ ہوتے تو کم از کم اس کتاب کی نقل کرنے یا دوسرے نسخوں سے اس کا مقابلہ کرنے کی اجازت ضرور حاصل کر لیتے - جن اصل کتابوں کے حصول میں یہ صاحب کامیاب ہوجاتے انہیں [ضیاع کے خدشہ کے تحت] کسی کو مستعار دینے کی مطلق اجازت نہ دیتے - کیونکہ انہیں اس کا تلخ تجربہ تھا کہ مستعار لینے والا کتاب کو شاذ و نادر ھی واپس کرتا ھے- یہ بات تو عام ھے کہ مستعار لینے والے اکثر بھول جاتے ھیں یا جان بوجھ کر اسے نہیں لوٹاتے - ان صاحب کو اگر کبھی کسی ایسے شخص سے واسطہ پڑتا

---

(۱۶) ابن بشکوال : کتاب الصلة. ج ۲ ص ۵۶ھ ت ۱۰۴۳ -

جو کتاب لینے پر سخت اصرار کرتا تو اسے کتب خانے کے عملے سے مطلوبہ کتاب کا دوسرا نسخہ نقل کروا دیتے تا کہ اصل کتاب محفوظ رہے ۔

اس قسم کے اخراجات سے مال و دولت میں کمی آتی ہے نہ نقصان پہنچتا ہے ۔ ابن فطیس کے شوق کتب کی بدولت اس کی آمدنی کا بیشتر حصہ کتابوں کی نذر ہو گیا تھا ۔ بدیں سبب یہ کتب خانہ قرطبہ میں شاہی کتب خانہ کے بعد سب سے بڑا تھا ۔ اس ذخیرہ کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ بعد کو ہوا ۔ وہ اس طرح کہ جب حالات نے پلٹا کھایا اور اس خاندان کے لوگوں پر برے دن آئے تو وہ اس کے بیچنے پر مجبور ہوئے ۔ محلے کی مسجد میں نیلام عام کے ذریعے اسے بیچا گیا اور فروخت کرنے میں ایک سال کا عرصہ لگ گیا ۔ اس سے اس وقت کے چالیس ہزار سونے کے سکے (قطعة ذهبية قاسمية) حاصل ہوئے ۔ جن دنوں اس قیمتی ذخیرے کی فروخت ہو رہی تھی ان دنوں قرطبہ میں خانہ جنگی بھی شروع تھی ۔ ابن فطیس کے حالات کے بارے میں ابن بشکوال نے کسی حد تک تفصیل سے لکھا ہے(۱۷)

جامعین کتب میں سب سے زیادہ مشہور ریہ کا باشندہ قاسم بن سعدان ابن عبدالوارث بن یزید (متوفی ۳۴۷ھ) تھا ۔ ابو محمد اس کی کنیت تھی اور قرطبہ میں مقیم تھا ۔ اس نے وفات کے وقت اپنا تمام کتب خانہ طلباء کے افادے کے لئے محمد بن محمد بن أبی دلیم کے گھر وقف کردیا تھا(۱۸) ایسے ہی لوگوں میں ابو محمد عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمن بن أسد الجہنی بھی تھے ۔ قرطبہ میں سکونت پذیر تھے ۔ یہ صاحب کسی ایسے شخص کو کتاب مستعار نہ دیتے تھے جو امانت و دیانت میں پختہ نہ ہوتا ۔ ۳۶۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۹۵ھ میں اس جہان فانی سے رخصت ہوئے(۱۹)

---

(۱۷) ابن بشکوال : کتاب الصلة. ج ۱ ص ۲۹۸ - ۳۰۰ ت ۶۸۲ -

(۱۸) ابن الفرضی : تاریخ العلماء والرواة للعلم بالأندلس. ج ۱ ص ۴۰۸ ت ۱۰۷۲ -

(۱۹) ابن بشکوال : کتاب الصلة. ج ۱ ص ۲۴۱ ت ۵۵۷ -

ان دنوں بعض حضرات معاشی بدحالی کے وقت اپنا کتب خانہ بیچ کر رقم حاصل کرلیتے تاکہ رشتہ حیات کو قائم رکھ سکیں - ابو زکریا یحیی ابن مالک بن عائذ بن کیسان بن عبدالرحمن بن صالح (متوفی ۳۷۵ھ) کے ساتھ ایسا معاملہ پیش آیا تھا - یہ صاحب طرطوشہ کے رہنے والے تھے - قرطبہ میں آئے اور یہاں جامع مسجد میں درس و تدریس کا کام سر انجام دیتے رہے - ابن الفرضی نے ان کا اپنا بیان نقل کیا ہے، وہ کہتے تھے :

لو عددت اقامتی فی المشرق و عددت کتبی التی کتبت بخطی لکانت کتبی أکثر من أیامی بها (۲۰)

(ترجمہ) اگر میں مشرق میں قیام (کے دنوں) کو گنوں اور وہ کتابیں بھی جو میں نے ان ایام میں اپنے ہاتھ سے نقل کی ہیں، تو میری نقل کردہ کتابیں میرے وہاں کے قیام کے دنوں سے زیادہ ہونگی -

ان صاحب نے مشرق میں بیس سال گزارے تھے -

کتب خانوں کا قیام صرف امراء کا حصہ نہ تھا - بلکہ یہ ذوق ہم کم آمدنی والے لوگوں میں بھی پاتے ہیں، جن کی گاڑھے پسینے کی کمائی پر گذر اوقات تھی - بطور مثال ہم یہاں ایک معلم کے کتب خانہ کا ذکر پیش کرتے ہیں - یہ صاحب جن کا نام محمد بن حزم تھا، بچوں کو پڑھا کر جو کچھ رقم حاصل کرتے اسی سے گزر اوقات کرتے - ان کا ایک بیٹا لڑکوں کو سبق دیتا تھا اور بیٹی لڑکیوں کو پڑھاتی تھی اس طرح یہ دونوں بھی آمدنی میں باپ کا ہاتھ بٹاتے تھے - اس نے اپنی آمدنی کا ایک حصہ کتابوں کی خرید کے لئے مختص کر رکھا تھا - فارغ اوقات میں یہ صاحب دوستوں سے مستعار لی ہوئی کتابوں کو نقل کرتے رہتے - ان کی معاشی حالت، جیسا کہ ظاہر ہے، کتب خانے کے لئے کوئی مہتمم رکھنے کی متحمل نہ تھی - اس کے

---

(۲۰) ابن الفرضی : تاریخ العلماء والرواة للعلم بالأندلس. ج ۲ ص ۱۹۱ ت ۱۵۹۹ -

باوجود ان صاحب کا کتب خانہ منظم اور مرتب شکل میں تھا۔ بعض اوقات قرطبہ کے ادباء اس سے بہت جلتے تھے جب کبھی یہ صاحب ان کی کتابیں درست کرتے یا کبھی کسی کتاب کا عمدہ اور قیمتی نسخہ مشرق سے اپنے سفر میں لے آتے، جو صرف کتابوں کے حصول کے لئے کیا کرتے تھے۔ باوجود اس کے کہ ان کا لباس اور خوراک سے یہ تاثر قائم ہوتا تھا کہ یہ صاحب کوئی فقیر قسم کے آدمی ھیں، ان کا کتب خانہ ایک نمونے کی چیز تھی۔ اور ایسا عمدہ ذخیرہ کسی محدود آمدنی والے شخص سے بالکل غیر متوقع تھا۔ ابن حزم کی موت بڑے عجیب و غریب اور نیک وقت میں ہوئی جب وہ بحری جہاز سے حج کے لئے جارہے تھے۔ موت کے بعد ان کی لاش کو سمندر میں ڈال دیا گیا(۲۱)

(۲۱) ابن الأبار: التکملة لکتاب الصلة. ج ۱ ص ۳۵۸ ت ۹۶۴۔

(۳)

کتابیں جمع کرنے کا کام مردوں تک محدود نہ تھا عورتیں بھی اس میں برابر کی شریک تھیں - بعض حضرات نے سمجھا ھے کہ اندلسی عورتیں بہت نازک تھیں، آرام و آسائش کی دلدادہ، گھر میں بند رھتیں اور عبیر و عنبر کے ماحول سے باھر قدم نہیں رکھتی تھیں، ھمیشہ لذات کے خواب میں محو رھتیں - مگر اندلس کی تمام عورتوں پر یہ بات چسپاں نہیں کی جاسکتی - ان کی تو ایسی حالت بھی نہ تھی جیسی کہ ریکاردو دی بیری (Recordo de Beri) کتابیں جمع کرنے والے ایک مشہور و معروف انگریز نے، جو تیرھویں صدی عیسوی میں ھو گزرا ھے، مذھبی آدمیوں اور عورتوں کو ھدف تنقید بناتے ھوئے کہی ھے:

”آج کل ھم دیکھتے ھیں کہ مذھبی لوگوں کے گھروں سے کتابیں بالجبر نکال دی گئی ھیں جہاں وہ وراثت میں چلی آرھی تھیں اور یہیں ان کی جگہ متصور ھوتی تھی - پہلے آپ ان کے ھاں کم از کم ایک کمرہ ایسا پاتے تھے جس میں کتابیں موجود ھوتیں - مگر اب زمانے کی ستم ظریفی دیکھئے، کتابوں کو گھر سے باھر پھینک دیا گیا ھے تاکہ ان کی جگہ کتے لیں یا شکاری پرندے رھیں، اور بعض اوقات یہ مکروہ حیوان جسے عورت کا نام دیا جاتا ھے اور جس سے مذھبی لوگوں کا اختلاط مناسب نہیں ھے، جونہی علم کے دشمن اس حیوان کی نظر مکڑی کے جالوں میں گھری ھوئی کتابوں پر پڑتی ھے، تو ان کی غلیظ گالیوں

سے تواضع کرتی ھے اور کوشاں رھتی ھے کہ ان کی جگہ ریشمی، جاذب نظر کپڑے یا کسی دوسری چیز کو رکھ دے چاھے وہ بے فائدہ ھی کیوں نہ ھو،، (۱)

ریکاردو نے اپنے زمانے کی انگریز عورتوں کی جن صفات کا ذکر کیا ھے وہ اندلسی عورت پر کسی طرح منطبق نہیں ھوتیں، البتہ قرطبہ کے بہت اونچے یا بہت نیچے طبقے کی کچھ عورتیں اس قسم کی تھیں ۔

عورتوں کے لئے یہ امر بہت آسان تھا کہ وہ خط، عربی زبان و گرامر اور اس کے علاوہ شعر کہنا بھی سیکھ لیں، جیسا کہ بعض عورتوں نے الحکم کے عہد کی مشہور کاتبہ لبنی سے سیکھا ھے ۔ اسی عہد میں فاطمہ بہت عمدہ خط میں نہایت اطمنان و سکون کیساتھ کتابیں نقل کیا کرتی ۔ اس نے نہایت پاکیزہ زندگی بسر کی اور اس عہد کی بعض تحریرات کی رو سے کہا گیا ھے کہ اس نے زندگی بھر شادی نہیں کی ۔ قرطبہ کے متمدن طبقہ کی عورتوں میں بھی کئی صاحبات کتابوں سے شغف رکھتی تھیں، جیسا کہ ایک بہت بڑے خاندان کی فرد عائشہ بنت احمد بن محمد بن قادم (متوفی ۴۰۰ھ) تھیں ۔ علم و ادب کی محبت نے ان صاحبہ کو تجرد کی زندگی گزارنے پر راغب کیا، اور پھر اسی حالت پر قائم رھیں ۔ جوانی ھی میں وفات پائی مگر اس وقت تک متجرد ھی تھیں ۔ عربی شاعری فصاحت اور قدرت کلام میں مثال سمجھی جاتی تھیں ۔ انہوں نے کئی کتابیں اپنے ھاتھ سے نقل کی ھیں ۔ ان کے ھاتھ کی لکھی ھوئی کتابوں اور قرآن مجید کے نسخوں کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جا تا تھا ۔ کتابوں سے اس حد تک شغف نے ایک کتب خانہ قائم کرنے پر مجبور کردیا، جو قرطبہ میں اس وقت کے مشہور کتب خانوں میں سے ایک تھا (۲) ۔ اس کے

---

(۱) J. Simonet : Historia de los Mozarabes de Espana. Madrid, 1903.

(۲) ابن بشکوال : کتاب الصلة. ج ۲ ص ۶۵۴ ت ۱۵۳۱.

علاوہ امام عبدالرحمن بن محمد الناصر لدین اللہ کی لونڈی راضیہ کا نام بھی لیا جاسکتا ہے۔ یہ عموماً نجم کے نام سے پکاری جاتی تھی، اسے الحکم نے اپنے باپ سے آزاد کروایا تھا اور اس کے ساتھ لبیب کی شادی کرا دی تھی۔ کچھ کم سو سال کی عمر میں اس نے ۴۲۳ھ میں وفات پائی۔ اس نے اپنی بعض کتابیں ابو محمد بن خزرج کے حوالے کردیں تھیں (۳)۔ اسی طرح خدیجہ بنت جعفر بن نصیر بن التمار التمیمی نے اپنی کتابیں اپنی بیٹی کے ہاں رکھوا دی تھیں جو أبو محمد بن أسد فقیہ سے تھی (۴)۔

چھوٹے طبقے کی عورتوں میں کتابیں جمع نہ کرنے کا رجحان کتابوں سے نفرت و کراہیت کی وجہ سے نہ تھا، بلکہ اس کے برعکس امر واقعہ یہ تھا کہ بیسیوں عورتوں نے قرآن اور عبادات سے متعلق کتابیں لکھنے کا مشغلہ اختیار کر رکھا تھا۔ اس طرح لکھ کر وہ انہیں وراقین کے ہاں بیچ دیتیں۔ ان عورتوں کا خط عمدہ ہوتا تھا اس کے علاوہ مردوں کی نسبت وہ سستے داموں لکھنے کا کام کر دیتی تھیں۔ عبدالواحد المراکشی نے ابن فیاض کی قرطبہ سے متعلق کتاب میں سے نقل کیا ہے کہ ''قرطبہ کے صرف مشرقی حصہ میں ایک سو ستر (۱۷۰) عورتیں قرآن مجید کو خط کوفی میں لکھا کرتیں''(۵)۔ اس سے آپ اندازہ لگائیے کہ باقی حصوں میں ایسی عورتوں کی کتنی تعداد ہوگی۔ قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جو بلاد اسلامیہ میں سب سے زیادہ لکھی اور پڑھی جاتی ہے۔ کیونکہ طلباء اسے مدارس میں پڑھتے ہیں، لوگ گھروں میں تلاوت کرتے ہیں، اور اسے مساجد میں بھی پڑھا جاتا ہے۔ اس لئے قرآن مجید کے نسخے دوسری کتابوں کی نسبت کتابت، شکل، انداز خط اور غلاف وغیرہ کے لحاظ سے عمدہ ہوتے ہیں۔ قرآن کریم کے لکھنے کے لئے

(۳) ابن بشکوال: ج ۲ ص ۶۵۵ ت ۱۵۳۴۔

(۴) ابن بشکوال: ج ۲ ص ۶۵۴ ت ۱۵۳۲۔

(۵) عبد الواحد المراکشی: المعجب فی تلخیص أخبار المغرب. ط القاهرة ۱۹۴۹ء. ص ۳۷۲۔

نساخ همیشه تیار ملتے، چاہے اس طرف ان کی توجہ کا سبب اس کام میں نفع ہوتا یا قرآن سے برکت کا حصول - ہم ذیل میں ایسے حضرات کا ذکر کر رہے ہیں جن کا شغف قرآن مجید لکھنا اور اس پر باقی کام کرنا رہا ہے -

بیان کیا جاتا ہے کہ قرطبہ کے محمد بن اسماعیل بن محمد بن اسماعیل ابن أبی الفوارس تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ قرآن کریم لکھنے والے شمار ہوتے تھے - کیونکہ وہ دو ہفتوں یا اس کے قریب دنوں میں ایک قرآن لکھ لیتے تھے(٦) - أبو القاسم خلف بن سلیمان، جو ابن الحجام کے نام سے مشہور تھے، قرآن کی تنقیط * کرنے میں بہت ماہر تھے - اس کا سبب یہ تھا کہ یہ صاحب علم قرأت کے عالم تھے - قرطبہ میں ان کا انتقال ٣٩٧ھ میں ہوا ہے(٧) - قرطبہ ہی کی عائشہ بنت احمد بہت خوبصورت خط میں قرآن کریم لکھا کرتی(٨) - أبو اسحاق ابراهیم بن مبشر بن شریف البکری قرطبہ میں اپنی دوکان کے اندر جو جامع مسجد کے قریب تھی، طلباء کو قرآن کی تنقیط کا کام سکھایا کرتے - ان صاحب نے علم قرأت مشرق میں بڑے بڑے علماء سے سیکھا تھا(٩) - طلیطلہ کا باشندہ نصرالمصحفی قرآن کی تنقیط میں ممتاز سمجھا جاتا تھا، بلکہ یہی پہلا شخص ہے جس نے اس کام کو تنقیط کا عنوان دیا تھا(١٠) - شذونہ کے رہنے والے محمد بن وضاح، جو بڑے صالح اور زاہد تھے، قرآن لکھا کرتے تھے - ان کا انتقال ٣٦٣ھ میں ہوا ہے(١١) -

---

(٦) ابن الابار: التکملة لکتاب الصلة. ج ١ ص ٣٧٣ ت ١٠١٦.

* ورق پر کسی روشنائی یا سونے کے باریک باریک نقطے ڈالنا - یہ عمل خوبصورتی کے لئے کیا جاتا تھا -

(٧) ابن بشکوال: کتاب الصلة. ج ١ ص ١٥٨ ت ٣٥٩.

(٨) المقری: نفح الطیب. ج ٢ ص ٦٣١.

(٩) ابن بشکوال: کتاب الصلة. ج ١ ص ٨٩ ت ١٩٣.

(١٠) ابن الابار: التکملة لکتاب الصلة. ج ٢ ص ٤٤٧ ت ١٨٥٠.

(١١) ابن الفرضی: تاریخ العلماء والرواة للعلم بالاندلس. ج ٢ ص ٧٥ ت ١٣٠٦.

مالقه کے ابن مفصل، جو بہت ھی پرھیزگار تھے، کہا جاتا ھے کہ انہوں نے ستر قرآن کریم اپنے ھاتھ سے لکھے تھے۔ یہ صاحب قرآنی آیات کے علاوہ کوئی چیز لکھنے سے انکار کر دیا کرتے تھے (۱۲)۔

بتایا گیا ھے کہ اندلس میں بعض مصاحف بہت مشہور تھے۔ ابن خلیل السقونی کہتے ھیں کہ انہوں نے اشبیلیه کی ایک مسجد میں قرآن کا چوتھا جزء ایسے خط میں لکھا ھوا دیکھا جو کوفی سے مشابہ تھا۔ أبو الحسن بن طفیل نے بتاکید بتایا ھے کہ یہ ابن مقلہ کا خط تھا(۱۳)۔ ابن خلیل نے خود وادی الحجارة میں ایک مصحف دیکھا تھا جس کے آخر میں یہ تحریر تھا: ''میں نے ایک ھی مرتبہ تراشے ھوئے قلم سے یہ قرآن مجید لکھا ھے،،(۱۴)۔ سب سے زیادہ مشہور وہ مصحف تھا جو قرطبه کی جامع مسجد میں محفوظ پڑا تھا۔ خیال کیا جاتا ھے کہ یہ مصحف عثمان تھا۔ اسے بہت مقدس سمجھا جاتا اور صرف جمعه یا خاص خاص تقاریب کے موقع پر محفوظ جگہ سے باھر نکالا جاتا۔

ابن بشکوال کے قول کے مطابق یہ مصحف عثمان اس جامع مسجد میں ۵۵۲ھ تک محفوظ رھا۔ بعض مؤرخین کہتے ھیں کہ موحدین تبرکاً اس مصحف کو سفر و حضر میں اپنے ساتھ رکھتے تھے(۱۵)۔ بالآخر یہ مصحف ۷۳۷ھ میں تلمسان شہر میں شاھی کتب خانے میں دیکھا گیا ھے۔ وھاں سے پھر پرتگال منتقل ھوا۔ یہاں تک کہ ۷۴۰ھ میں فاس کے ایک تاجر کے ھاتھ لگا۔ [اس کے بعد اس کے بارے میں علم نہ ھوسکا کہ کدھر گیا۔] بعض دوسرے لوگوں کا خیال ھے کہ ابن حمدیس کے عہد میں جب مسیحی لوگ

---

(۱۲) ابن الخطیب: الاحاطة فی أخبار غرناطة (مخطوطه در مدرید) ج ۱ ورق ۳۶؛ ج ۲ ورق ۱۶۸۔

(۱۳) المقری: نفح الطیب. ج ۲ ص ۶۴۱۔

(۱۴) ایضاً۔

(۱۵) عبد الواحد المراکشی: المعجب فی تلخیص أخبار المغرب. ص ۲۵۳۔

قرطبہ پر قابض ہوئے تو انہوں نے جامع مسجد قرطبہ کے تمام مصاحف جلا دئے تھے، جن میں یہ مصحف عثمان بھی تھا(۱۶)۔

قرطبہ کی گھنی آبادی میں صرف مسلمان ھی نہیں بستے تھے بلکہ عیسائی بھی رھتے تھے، جن کے گرجے، پادری اور لاٹ پادری سبھی یہیں رھتے تھے۔ اس وقت کی روایات اور ماحول کے مطابق انہیں اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت میں مکمل طور پر آزادی حاصل تھی۔ ان أمور کی نشاندھی ایک بہت بڑے مسیحی مستعرب: البارو قرطبی کا وثیقہ کرتا ھے، جس کا ذکر اس نے اپنی کتاب Indiculus Luminosus میں کیا ھے، وہ کہتا ھے:

''میری قوم کے بہت سے لوگ عرب شعراء کا کلام اور ان کے ادبی افسانے پڑھتے ھیں۔ مسلم فلاسفروں اور فقہاء کی کتابوں کا کثرت سے مطالعہ کرتے ھیں۔ اس سے ان کا مقصد یہ نہیں ھوتا کہ ان کا جواب دیں یا ان میں نقص نکالیں، بلکہ یہ تو فصیح عربی کی عمدہ عبارات اور تعبیرات سیکھنے کے لئے کیا جاتا ھے۔ اور ہاں تمام نوجوان اور سمجھ دار عیسائی عربی زبان و ادب سے بخوبی واقف ھیں۔ وہ صرف عربی کتابیں پڑھنے کا شوق ھی نہیں رکھتے بلکہ بڑے بڑے کتب خانے قائم کرنے میں ڈھیروں مال و دولت خرچ کرتے ھیں اور ھر موقع پر علانیہ اس امر کا پرچار کرتے ھیں کہ عربی أدب واقعی دلچسپ ھے۔

''اموی خلفاء کی مہربانی و عنایات کی بدولت سرکاری أمور میں کافی عیسائی لوگ عمل و دخل رکھتے ھیں انہیں ان کے کاموں سے ھٹایا نہیں گیا، یہاں تک کہ جو شاھی محل میں ملازم تھا وہ اب بھی وھیں کام کرتا ھے۔ ان کی یہ مہربان پالیسی أب پھل لائی ھے کہ خلفاء

---

(۱۶) المقری: نفح الطیب. ج ۱ ص ۳۹۸؛ الادریسی: نزهة المشتاق (وصف افریقیة و اسپانیا) ط ڈوزی ص ۲۶۰.

اس امر سے بخوبی واقف ہوگئے ہیں کہ کس طرح بپھرے ہوئے انسانوں کو قابو میں لایا جاسکتا ہے، اور ان دونوں مذہبوں (اسلام اور عیسائیت) میں تصادم کو کس طرح روکا جا سکتا ہے۔ صرف نظر اس سے کہ ابتداء میں اندوہگیں اور افسوسناک واقعات رونما ہوئے جب قرطبہ کی کی گلیوں میں خون بہایا گیا تھا *

وہ یہودی بھی، جن کا ان لوگوں کے درمیان رہنا مقدر ہو چکا تھا، اس وقت عمومی زندگی بسر کررہے تھے۔ ان کے مدارس اور عبادت گاہیں پوری طرح آزاد تھیں اور وہ اس طرح پھل پھول رہے تھے جس طرح ان کے دوسرے بھائی مشرقی ممالک میں۔ ان کے یہ سب امور خلیفہ الحکم کے طبیب خاص: حسدای کے زیرنگرانی چل رہے تھے۔ ہمیں علم ہے کہ یہ لوگ نہ صرف عربی لکھتے پڑھتے بلکہ عربی کتابوں پر مشتمل کتب خانے قائم کرتے تھے۔ بادیس بن حبوس غرناطی کا یہودی وزیر یوسف بن اسماعیل اپنے عہد کے اسلامی اسپین میں کتابوں کے شائقین اور جمع کرنے والے مشہور ترین لوگوں میں شمار ہوتا تھا۔ اس کا کتب خانہ چند مشہور و معروف کتب خانوں میں سے ایک تھا(۱۷)۔

نئی نسل کا ایک بڑا حصہ ان لوگوں سے بری طرح متاثر ہوا جو انتہا پسند تھے، اور ان کا تعلق قطلونیوں، فرانسیسیوں، مباردیوں اور کالبریا کے لوگوں سے تھا۔ اس تاثر نے ان میں سے بعض کے لئے یہ گھٹیا صورت حال پیدا کردی کہ وہ حریم شاہی میں خادم بن گئے۔ مگر ان کے ساتھ، یہ لازمی احتیاط برتی گئی کہ شریف عورتوں کے وقار کو ان سے کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے۔ ان کی تعلیم و تربیت اس نہج پر کی جاتی کہ وہ بعد میں ادباء کے زمرے میں

---

* مسلمانوں کے قرطبہ میں دخول کی طرف اشارہ ہے۔

(۱۷) ابن الخطیب: الاحاطة فی اخبار غرناطه (ط القاهرة) ص ۷۴۴؛
Munk : Melanges de Philosophie juive et Arabes. Paris, 1955. p. 480.

شامل ہوکر ان کی تعداد میں اضافہ کرسکیں ۔ یہ لوگ شعر کہتے، عربی میں لکھا کرتے اور کتب خانے قائم کیا کرتے۔ اس سے آپ ملاحظہ فرمائیں کہ کتاب سے ان کی محبت کس درجہ تک قائم ہوجاتی تھی(۱۸) ۔

یہ جذبہ سب سے پہلے بڑے لوگوں میں پیدا ہوا ۔ اس کے بعد ان کی طرف منتقل ہوا جو ان سے مشابہت رکھنا چاہتے تھے، جیسا کہ ہوا کرتا ہے اور آجکل بھی ہو رہا ہے۔ بعض اوقات ان مجنونی شائقین کتب کا علماء کرام میں کتابیں جمع کرنے والوں کے ساتھ بڑا سخت مقابلہ بھی ہو جاتا تھا۔ ہم مشہور سیاح اور کتابوں کے جمع کرنے والے الحضرمی کے اس واقعے کو بیان کرتے ہیں، جو انہوں نے قرطبہ میں اپنی سیاحی کے دوران ایک دوکان پر دیکھا تھا، جہاں کتابوں کی فروخت نیلام عام کے ذریعہ ہو رہی تھی، وہ کہتے ہیں :

''میں ایک مرتبہ قرطبہ میں ٹھہرا اور کچھ وقت کے لئے کتابوں کے بازار میں گیا تاکہ میرے مطلب کی کوئی کتاب ملے تو لے لوں ۔ اس تلاش میں میں نے ایک اچھی اور عمدہ پیرائے میں لکھی ہوئی کتاب دیکھی ۔ میں بہت خوش ہوا ۔ وہ نیلام ہو رہی تھی ۔ میں بھی بڑھ کر بولی دینے لگا ۔ مگر دوسری جانب سے بولی میں بس نہیں ہو رہی تھی ۔ یہاں تک کہ اس کی قیمت بہت زیادہ ہوگئی ۔ میں نے دلال سے کہا کہ اس شخص کو مجھے بھی دکھائیں جو اس کتاب کی بولی بڑھا رہا ہے ۔ اس نے مجھے امیرانہ ہیئت کا ایک شخص دکھایا ۔ میں نے اس شخص سے کہا : ''اللہ ہمارے فقیہ کی عزت قائم رکھے ۔ اگر آپ کو اس کتاب کی اشد ضرورت ہے تو میں آپ کے لئے چھوڑ دیتا ہوں کیونکہ اس کی قیمت ہماری وجہ سے بہت بڑھ چکی ہے ۔ اس نے جواب دیا : ''میں کوئی فقیہ نہیں ہوں اور نہ مجھے علم ہے کہ اس کتاب میں

---

(۱۸) Dozy, R. : Histoire des Musulmans en Espagne. Vol. III, p. 61.

کیا ہے۔ لیکن بات دراصل یہ ہے کہ میں نے ایک کتب خانہ قائم کیا ہے۔ میری خواہش ہے کہ وہ اپنے شہر کے بڑے لوگوں کے کتب خانوں سے زیادہ خوبصورت ہو۔ اس کتب خانہ میں اس کتاب کے حجم کے برابر جگہ خالی ہے۔ میں نے جب اس کتاب کا خط بہت عمدہ پایا اور جلد بہت خوبصورت دیکھی تو اسے خریدنے کا ارادہ کرلیا، اور اس امر کی پروا نہ کی کہ قیمت کتنی بڑھ جاتی ہے۔ اللہ نے جو کچھ دے رکھا ہے اس کا شکر ہے اور وہ کافی ہے۔،، الحضرمی نے کہا مجھے غصہ آیا اور میں یہ کہے بغیر نہ رہ سکا کہ: ''ہاں تیرے جیسے لوگوں کے پاس ہی تو اس قدر دولت ہوتی ہے، اور مجھ جیسے کے پاس جسے علم ہے کہ اس کتاب میں کیا ہے اور اس کتاب سے استفادہ کرنا چاہتا ہے، دولت واقعی کم ہوگی،، میری کم مائیگی نے اس مقابلے کو ختم کر دیا،،۔

مؤرخ ابن سعید جس سے ہم نے یہ طویل اقتباس نقل کیا ہے، کہتا ہے کہ: اس نے اپنے والد سے سنا ہے کہ صرف ایک شہر قرطبہ میں پورے اسپین سے زیادہ کتابیں تھیں اس کے باشندے کتب خانے قائم کرنے میں دوسرے لوگوں سے زیادہ شوقین تھے۔ اس طریقے سے یعنی کتب خانہ قائم کرنے سے ایک عام آدمی بہت اہم شخصیت بن جاتا تھا یہاں تک کہ عام لوگ، جنھوں نے علم بھی حاصل نہیں کیا تھا، ان کے گھر بھی کتب خانوں سے خالی نہ ہوتے، اور وہ بھی ایسے کتب خانے جن میں عمدہ اور منتخب کتابیں جمع ہوتیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس بات کا لوگوں کے دلوں پر گہرا اثر ہوتا جب یہ کہا جاتا کہ فلاں شخص کے پاس کتب خانے میں فلاں کتاب کا واحد نسخہ موجود ہے۔ یا یہ کہ فلاں کے کتب خانے میں فلاں مشہور کاتب سے لکھوا کر نسخہ رکھا ہوا ہے(۱۹)۔

---

(۱۹) المقری: نفح الطیب. ج ۱ ص ۳۰۲.

میرے خیال میں قرطبہ کے سوق الوراقین میں کتابوں کی کثرت اور عام ہونے کی حالت کی جو تصویر اوپر کھینچی گئی ہے، اس سے اچھی حالت اس دور میں بالکل ناممکن تھی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس شوق نے عوام کے دلوں میں کیسی ھل چل مچا رکھی تھی کہ وہ علم کی خاطر نہیں بلکہ امارت کے اظہار کی خاطر کتابیں جمع کرتے تھے۔ آپ اندازہ لگائیں کہ ایک صحیح جذبے کے تحت کتابیں جمع کرنے والا ایک کتاب کی سخت احتیاج کے باوجود اسے نہ خرید سکا، کیونکہ وہ کتاب ایک دوسرا شخص خرید رہا تھا جس کا مقصد اس کتاب کو اپنے گھر میں سجانے کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ اس واقعے سے ایک اجنبی کے دل میں جو حیرت پیدا ہوئی ہے، یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اس شخص نے اپنے ہاں کبھی اس قسم کا واقعہ نہیں دیکھا تھا۔

قرطبہ میں سالانہ کتنی کتابیں نقل ہوتی تھیں، اس کا حساب انسان کو حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ ویسے اس کا اندازہ لگانا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ اگر طلباء سے حساب لگایا جائے تو یہ جان لیجئے کہ پانچ ہزار سے چھ ہزار تک طلباء زیر تعلیم رہتے تھے۔ یہ بھی خیال رہے کہ ان طلباء کو سال میں کئی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں۔ علاوہ بریں سینکڑوں عورتیں مصاحف اور کتب عبادات کے لکھنے میں منہمک رہتیں۔ ان میں سے بعض تو دو ہفتوں میں ایک قرآن کریم مکمل لکھ لیتی تھیں۔ مزید برآں کئی وراقین کے ہاں نساخ بیٹھے نقل کرنے کا کام أجرت پر کرتے رہتے تھے۔ بڑے بڑے اور خاص کتب خانوں میں اپنے طور پر نساخ نقل کا کام کرتے تھے۔ ان سب کی مجموعی کوشش سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بلا مبالغہ ہر سال قرطبہ میں سات اور آٹھ ہزار کے لگ بھگ کتابیں نقل ہوتی تھیں۔

ابن بشکوال نے قرطبہ کے ایک عالم عبدالملک بن زیادۃ اللہ بن علی ابن حسین بن محمد بن أسد التمیمی کے حالات زندگی لکھتے ہوئے وہ أشعار بھی نقل کئے ہیں جو عبدالملک نے اپنے گرد ایک ہزار طلباء کے جمگھٹے پر خوش

ھوکر کہے تھے ـ جب انھوں نے یہ شعر کہے تو ھر ایک طالب علم کے پاس قلم و دوات تھی اور انھوں نے یہ شعر لکھ لئے :

میرے گرد جمع شدہ ایک ھزار قلمیں مجھ سے ''حدثنی،، اور کبھی ''أخبرنی،، لکھتی ھیں ـ یہ قلمیں اس امر کا اعلان کررھی ھیں کہ یہ عزت بغیر محنت حاصل ھونے والی چیز نہیں ھے ـ

موصوف عبدالملک ۱۶ ذی‌الحجہ ۳۹۶ھ کو پیدا ھوئے اور ربیع‌الآخر ۴۵۷ھ میں اس دار فانی سے رحلت فرماگئے(۲۰) ـ

کتابیں نقل کرنے اور ان کی جلدیں بنانے میں اسپینی مسلمانوں کی مہارت کی شہرت مشرق تک پہنچ چکی تھی جس کا ذکر المقدسی نے اپنی کتاب: احسن التقاسیم میں نہایت خوبی سے کیا ھے(۲۱) ـ

کتابوں کی یہ تعداد موجودہ عہد کی کتابوں کے مقابلے میں تو بلاشبہ کم ھے مگر یہی تعداد حیران کن ھے جب ھم اس کا مقابلہ اس وقت کے حالات کو مد نظر رکھ کر کریں جب مطبع نہیں تھا، اور کتابیں ھاتھ سے لکھی جاتی تھیں ـ [اندازہ لگا یا گیا ھے کہ] پورے براعظم یورپ میں اس قدر کتابیں نقل نہیں ھوتی تھیں [جو صرف ایک شہر قرطبہ میں نقل ھوتیں] ـ اگر ھم یہ کہیں کہ تب اندلس کے کتب خانے، شائقین کتب اور کتابوں کی تعداد اس وقت کے مقابلے میں زیادہ تھے، تو یہ امر حقیقت سے متجاوز نہ ھوگا ـ مثلاً اسپین کے دو بڑے شہر سرقسطہ (Saragoza) اور بلنسیہ (Velencia) جو اس وقت آبادی کے لحاظ سے پہلے کی نسبت کافی زیادہ ھیں ان میں انیسویں صدی عیسویں کے آواخر میں جب ادبی تحریک بہت پھیل چکی ھے، صرف چار کتب خانوں کا پتہ چلتا ھے جو مطبع کی ایجاد کے بعد قائم ھوئے ھیں ـ

---

(۲۰) ابن بشکوال : کتاب الصلة. ج ۱ ص ۳۴۴ ت ۷۷۲.

(۲۱) المقدسی : احسن التقاسیم. ط دی غویہ ص ۲۳۹.

المنصور بن ابی عامر نے ارادہ کرلیا تھا کہ ثقافتی میدان اور کتابوں کے شوق کے سلسلے میں الحکم پر سبقت لے جائے گا- یہی وجہ ہے کہ اس کا بیٹا عبداللہ خاص اس کام کے لئے مشرق کا سفر کرتا ہے جہاں وہ کتابوں کے نقل کرنے، اصل سے مقابلہ کرنے اور دوسروں سے لکھوا کر حاصل کرنے میں مصروف نظر آتا ہے(۱)-

قرطبہ کے بڑے بڑے ادباء اپنی تالیفات المنصور کو ھدیۃً پیش کیا کرتے تھے، جیسا کہ صاعد بن الحسن اللغوی بغدادی نے اپنی کتاب ''الفصوص،، پیش کی- اس کے صلہ میں المنصور نے صاعد بغدادی کو پانچ ہزار دینار دئے یہ صاحب عبدالرحمن الثالث اور الحکم کے نادر روزگار عالم ابو علی القالی سے مقابلہ کرنے کی غرض سے قرطبہ آئے تھے- بہت بڑی عمر میں ۴۱۰ھ میں سسلی میں انتقال کیا(۲)- اسی المنصور کو حسان بن مالک بن ابی عبدہ نے ایک کتاب پیش کی جو انھوں نے سات دن میں نہ صرف تالیف کی بلکہ اسے عمدہ لکھوا کر اس پر تصاویر بھی بنوائیں - یہ صاحب ۴۴۰ھ سے قبل وفات پاگئے(۳)- المنصور کو جو کتابیں بہت پسند تھیں ان میں کتاب الجواس (Chaguas) بھی تھی جو ابوالعلاء بغدادی کی تالیف تھی- منصور اس کتاب کو ہر رات

۱- المقری: نفح الطیب. ج ۱ ص ۴۰۹-

۲- ابن عمیرۃ الضبی: بغیۃ الملتمس. ص ۳۰۶-۳۱۱ ت ۸۵۲. ابن بشکوال: کتاب الصلۃ. ج ۱ ص ۲۳۲ ت ۵۴۰-

۳- ابن عمیرۃ الضبی: بغیۃ الملتمس. ص ۲۵۵-۲۵۶ ت ۶۶۲-

پڑھا کرتا تھا(۴)- یہ صاحب مصحف عثمانی کو ہیروں اور جواہر سے مزین کرنے کے بہت دلدادہ تھے (۵)- المنصور نے ایک بڑا قبیح کام کیا تھا جس پر اسے معاف نہیں کیا جاسکتا وہ یہ کہ اس نے الحکم ثانی کے کتب خانے کا ایک بڑا حصہ جلوادیا تھا (۶)-

قرطبہ کے محمد بن عبدالرحمن بن معمر مشہور ماہر زبان عربی اپنے وقت کے حاکم المنصور اور اس کے بیٹے کے لئے کتابوں کے مقابلہ اور تصحیح کا کام کیا کرتے تھے- اسی عالم نے ان کے دونوں کتب خانوں کی بنیاد ڈالی تھی- اس نے بنی عامر کی تاریخ لکھی جس میں انھی کتب خانوں سے مدد لی تھی- یہ صاحب خط کی پہچان اور خطاطوں سے واقفیت میں سب سے زیادہ ماہر تھے- اس پر مستزاد یہ کہ یہ‌صاحب مؤرخ بھی تھے- ان کی وفات ۴۲۳ھ میں ہوئی(۷)-

یہ خوشحال دور کوئی زیادہ عرصہ قائم نہ رہ سکا کیونکہ المنصور کے عہد سے کچھ عرصہ بعد قرطبہ میں خانہ جنگی شروع ہوگئی تھی- اس خانہ جنگی میں بربروں کا ہاتھ تھا جو شاہی دستوں میں شامل تھے- انھوں نے محلات کو لوٹنا شروع کیا- کتب خانے جلے بھی اور لوٹے بھی گئے- اس افراتفری کے نتیجے میں متوسط طبقہ کے بہت سے گھرانے مختلف ریاستوں میں چلے گئے- اسی طرح اساتذہ اور طلباء بھی یہاں سے ھجرت کر گئے اور انھوں نے نئے تعلیمی مراکز میں پناہ لی- چنانچہ انھی لوگوں نے نئے مقامات پر جمع کتب کا شوق بڑھایا اور یہی مقامات بعد میں ملوک الطوائف کے دارالسلطنت بنے-

اس خرابی کے باوجود قرطبہ اسلامی اسپین کا تعلیمی میدان میں سب

۴- المراکشی: المعجب فی تلخیص اخبار المغرب. ط ڈوزی ص ۲۱-

۵- ابن الأبار: التکملة لکتاب الصلة. ج ۲ ص ۶۰۶ ت ۱۵۹۶-

۶- المقری: نفح الطیب. ج ۱ ص ۱۳۶-

۷- ابن الأبار: التکملة لکتاب الصلة. ج ۱ ص ۳۸۴ ت ۱۰۶۸-

سے بڑا مرکز رہا۔ ادبی اور علمی مشاغل پھر بھی رہے اور عوام میں کتابیں جمع کرنے کا شوق بدستور قائم رہا۔ ذیل میں ان سے بعض شائقین کتب کا ذکر کیا جاتا ہے:

المنصور کے غلاموں میں سے ایک صاحب ''فاتن،، نامی تھے جنھوں نے صحیح ترین اور بہت سی کتابیں جمع کیں۔ یہ قیمتی خزانہ اس کی موت کے بعد باقی ترکے کے سامان کے ساتھ بیچ دیا گیا(۸)۔

ابو علی الغسانی نے ایک کتب خانہ قائم کیا جو اپنے وقت میں سب سے عمدہ سمجھا جاتا تھا۔ اس کتب خانہ کی کتابیں مختلف علوم میں ثقہ اور معتبر سمجھی جاتی تھیں(۹)۔

قرطبہ کا باشندہ محمد بن یحیی الغافقی جو ابن الموصول کے نام سے پکارا جاتا تھا، بچپن ھی سے کتابیں اور علماء کے مقالات جمع کرنے میں لگ گیا تھا۔ کتابیں نقل کرنے والوں کے خطوط سے پوری طرح واقف تھا۔ یہاں تک کہ خط دیکھ کر ان کے نقل کرنے والوں کے نام تک بتا دیتا تھا۔ دنیا کی دوسری لذات پر کتابوں کو ترجیح دیتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ الحکم ثانی کے بعد سب سے زیادہ کتابیں اسی کے ہاں جمع تھیں۔ اس کے ہاں ابو علی القالی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابیں بھی تھیں۔ اپنے زمانے کے جلیل القدر علماء اور ماہر ترین نساخ کے نسخے اس کے پاس جمع تھے۔ اس کا انتقال جمادی الاخرہ ۳۳۴ھ میں ہوا(۱۰)۔ اس کے ورثا نے یہ کتب خانہ بیچ دیا اور اس سے بہت سی دولت حاصل کی۔

قرطبہ ھی کے وزراء میں سے ایک صاحب جعفر بن محمد مکی بن أبی

۸۔ المقری: نفح الطیب. ج ۲ ص ۵۷۔

۹۔ ابن بشکوال: کتاب الصلة. ج ۱ ص ۱۴۱ ت ۳۲۹۔

۱۰۔ ابن الأبار: التکملة لکتاب الصلة. ج ۱ ص ۳۸۷ ت ۱۰۷۸۔

طالب بن محمد بن مختار القیسی نے جو أبو عبداللہ کنیت رکھتے تھے، ایک بہت بڑا کتب خانہ قائم کیا۔ یہ صاحب ۴۵۰ھ سے کچھ بعد پیدا ہوئے اور محرم ۵۳۰ھ میں اس دار فانی سے کوچ کرگئے(۱۱)۔

بالکل ایسے ھی محمد بن عبداللہ بن ھرثمہ بن ذکوان (۳۹۵ھ-۴۹۰ھ) اور ھشام بن عبدالرحمن بن عبداللہ نے، جو قرطبہ کے باشندے تھے، کتب خانے قائم کئے(۱۲)۔ اسی شہر کے محمد بن احمد بن عون بن محمد بن عون المعافیری (۴۴۰ھ-۵۱۲ھ) (۱۳) اور محمد بن عبدالرحمن بن خیرہ نے بہت سی کتابیں جمع کر رکھی تھیں(۱۴)۔

خلفائے بنی أمیہ کے امراء میں سے ھشام اور عبدالرحمن ثالث کے پوتے نے کئی کتب خانے قائم کر رکھے تھے جنھیں بعد میں خلیفہ سلیمان نے خرید لیا تھا۔

سلمة بن سعید بن مسلم بن حفص بن عمر بن یحیی بن سعید بن مطرف ابن برد الأنصاری نے، جو استجہ کے باشندے تھے اور قرطبہ میں رھائش پزیر تھے، مشرق کا سفر کیا۔ جن جن جگھوں اور شہروں سے گزرتا رھا ان سے کتابیں جمع کرتا رھا۔ جب اس کے پاس ایک اچھی خاصی مقدار جمع ھو جاتی مصر میں پہنچا دیتا۔ اس طرح اس کے پاس ھر فن کی ۱۸ اونٹوں کے بوجھ کے برابر کتابیں جمع ھوگئیں۔ ظاھر ھے اس سارے ذخیرہ کے لئے وہ مشرق کی طرف بہت سا مال و دولت لے گیا ھوگا(۱۵)۔ آخر میں ھم قرطبہ کے الحسن بن بکر بن عریب القیسی السماد کا ذکر کرتے ھیں جو ساری عمر لکھتے رھے،

۱۱- ابن بشکوال: کتاب الصلة. ج ۱ ص ۱۲۹ ت ۲۹۷-

۱۲- ابن الفرضی: تاریخ علماء الأندلس (ط- یورپ). ج ۲ ص ۱۰۳ ت ۱۴۲۳-

۱۳- ابن بشکوال: کتاب الصلة. ج ۲ ص ۵۴۱ ت ۱۲۶۰-

۱۴- ایضا: ج ۲ ص ۵۶۰ ت ۱۳۰۲-

۱۵- ایضا: ج ۱ ص ۲۱۹ ت ۵۱۲-

پڑھاتے رہے یہاں تک کہ صفر ۴۳۰ھ میں راہی ملک عدم ہوگئے(۱۶)۔

اس عہد میں خطاطی کے بہت سے ماہرین فن نظر آتے ہیں جنہوں نے بالکل صحیح اور عمدہ تحریریں چھوڑی ہیں۔ ان میں قرطبہ کے یوسف بن خلف ابن سفیان بن عمر اسود الغسانی (متوفی ۴۰۰ھ) سب سے زیادہ مشہور ہیں(۱۷)۔ قرطبہ میں مقیم یمن بن محمد الوراق بھی خاص شہرت رکھتے تھے۔ یہ صاحب ریہ کے، رہنے والے تھے مگر بعد میں سمجلہ اور قرطبہ میں سکونت پذیر ہو گئے(۱۸)۔ یہیں کے رہنے والے محمد بن حکم بن سعید، جو الخال کے نام سے مشہور تھے، وراقت میں بہت نفاست کے مالک تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بعد کے آنے والوں نے بھی اسی کی تحریر کردہ کتابوں کے خریدنے میں ایک دوسرے پر سبقت کا اظہار کیا ہے(۱۹)۔ سعید بن مسلمه بن عباس اپنی تمام عمر کتابوں کی تحریر میں عمدگی کو اختیار کرنے میں خاص توجه دیتے رہے۔ یہ قرطبہ کے رہنے والے تھے(۲۰)۔ سعید بن نصر بن أبی الفتح، جو امیرالمومنین عبدالرحمن ابن محمد کے غلام تھے، انھی کے ہاں کتابوں کی تصحیح کے لئے اکثر و بیشتر آیا کرتے تھے(۲۱)۔

بعض ادباء کا ذریعہ معاش وراقت کا عمل ہوتا تھا جیسے کہ قرطبہ کے مروان بن امیه تھے۔ ان کا انتقال ۴۴۰ھ میں ہوا ہے(۲۲)۔

خانہ جنگی کے دوران بعض حضرات کے کتب خانے چوری بھی ہو گئے

۱۶- ایضا: ج ۱ ص ۱۳۵ ت ۳۱۰۔

۱۷- ابن بشکوال: کتاب الصلة. ج ۲ ص ۶۳۸ ت ۱۳۹۲۔

۱۸- ابن الفرضی: تاریخ العلماء و الرواۃ للعلم بالأندلس. ج ۲ ص ۱۹۹ ت ۱۶۱۴۔

۱۹- ابن الأبار: التکملة لکتاب الصلة. ج ۱ ص ۳۷۶ ت ۱۰۳۱۔

۲۰- ابن بشکوال: کتاب الصلة. ج ۱ ص ۲۱۱ ت ۴۸۴۔

۲۱- ایضا: ج ۱ ص ۲۰۶ ت ۴۶۷۔

۲۲- ابن الأبار: التکملة لکتاب الصلة. ۲ ص ۶۹۳ ت ۱۷۴۴۔

تھے - جیسا کہ قرطبہ کے عمر بن عبداللہ بن یوسف بن عبداللہ بن یحیی بن حامد الذھلی کے ساتھ ہوا تھا - ان کے کتب خانے سے آٹھ اونٹوں کے بوجھ کے برابر کتابیں سرقہ ہوئی تھیں - ان کی پیدائش الزہراء میں ۱۰ صفر ۳۶۱ھ کو ہوئی تھی(۲۳) -

تقریباً تمام کتب خانے خاص (Special) ہی تھے - بعض مساجد کے کتب خانوں سے طلباء استفادہ کیا کرتے تھے - اس قسم کی پبلک لائبریریوں کے علاوہ اور کوئی قسم موجود نہ تھی - کاسیری (Casiri) نے اپنی تیار کردہ اسکوریال لائبریری کی فہرست میں جو یہ کہا ہے کہ اس وقت (مسلمانوں کے عہد میں) اسپین میں ستر (۷۰) پبلک کتب خانے تھے(۲۴) - اس اطلاع میں یہ صاحب حق بجانب نہیں ہیں، بہت سے لوگوں نے اس امر کی خبر دی ہے کہ الحکم ثانی کا کتب خانہ عوام کے لئے کبھی کھلا نہ تھا -

اس دور میں جب قرطبہ، علمی میدان اور جمع کتب کے شائقین کے لحاظ سے پہلا درجہ رکھتا تھا تو اشبیلیہ، جو غیر مثیل شاعر المعتمد کا وطن مالوف تھا، دوسرے درجہ پر تھا - مشہور قرطبی فلاسفر ابن رشد اور اشبیلیہ کے طبیب ابن زھیر نے ان دونوں شہروں کی شہرت کے بارے میں آپس میں کئی مرتبہ تذکرہ کیا ہے - اس تذکرے میں سے ابن رشد کی مندرجہ ذیل عبارت حقیقت کی ترجمانی کررہی ہے :

"میں نہیں سمجھ سکا کہ ایسا کیوں کیا گیا ہے کہ جب کوئی اشبیلیہ کا عالم اس جہان فانی سے رخصت ہوتا ہے تو اس کا کتب خانہ قرطبہ منتقل ہوجاتا ہے جہاں اسے بیچ دیا جاتا ہے اور جب کوئی قرطبہ میں موسیقار مرتا ہے تو اس کے آلات

---

۲۳ - ابن بشکوال : کتاب الصلة. ج ۱ ص ۳۷۹ ت ۸۶۰ -

۲۴ - Casiri : Biblioteca arabica-hispana ascurialensis. Vol. II, Part II, P. 71.

اشبیلیه چلے جاتے ھیں تاکہ بیچ دئے جائیں،،۔

اس عبارت میں دونوں شہروں کی شہرت پر کافی روشنی پڑتی ھے اگرچہ دارالسلطنت کو کسی قدر فضیلت دی گئی ھے جس ضمن میں ھم ذکر کر رھے ھیں اشبیلیہ کو حتمی طور پر دوسرا درجہ دیا جاسکتا ھے۔ اگرچہ یہ عظمت اسے اس حیثیت سے بھی حاصل ھوسکتی تھی کہ یہاں شاھی کتب خانہ موجود تھا، جو تمام کتب خانوں میں عمدہ شمار کیا جاتا تھا، یا پھر یہاں کے شائقین کتب اور کچھ کتب خانوں کے سبب سے ھو سکتی تھی جو یہاں (اشبیلیہ) روز افزوں ترقی کر رھے تھے۔ بلکہ ان سب سے زیادہ شہرت اس وجہ سے تھی کہ یہاں یعنی اشبیلیہ میں ایک بازار تھا جس میں کتابوں کی خرید و فروخت ھوتی تھی۔ جہاں اھل علم حضرات نادر نسخوں کی تلاش میں اکثر آیا کرتے تھے۔ یہاں کی نقل کردہ کتابوں کا خط ایک خاص حیثیت (Characteristic) حاصل کر چکا تھا۔ ابن الخطیب نے بارھا کہا ھے کہ اس انداز تحریر کو اندلس کے باقی انداز ھائے تحریر سے با آسانی تمیز کیا جاسکتا ھے(۲۵)۔ ابن الابار اپنی کتاب التکملۃ میں اس امر کا ذکر کرتا ھے کہ اشبیلیہ کی شارع الوراقین کی ایک دوکان پر ابن مزین کو رازی کی ایک نادر تالیف ملی تھی جو ''کتاب الرایات،، تھی (۲۶)۔ شنترین کا باشندہ عبداللہ بن محمد بن سارہ البکری، جو اشبیلیہ میں سکونت پذیر تھا، وراقت سے معاش کماتا تھا۔ اس کی وفات ۵۱۷ھ میں ھوئی ھے(۲۷)۔ اشبیلیہ کے وراقین سے ایک صاحب عبدالرحمن بن عثمان بن عبدالرحمن الجذامی تھے، جو بعد میں قرطبہ میں بس گئے تھے(۲۸)۔

---

۲۵ - Gayangos : History of the Muhammadan dynasties in Spain. Vol. I, appendex, P. XLII.

۲۶ - ابن القوطیہ: تاریخ افتتاح الأندلس. ص ۱۹۷ -

۲۷ - ابن الأبار: التکملۃ لکتاب الصلۃ. ج ۲ ص ۸۱۶ ت ۱۹۹۳ -

۲۸ - ایضا: ج ۲ ص ۵۸۳ ت ۱۶۳۳ (ط مجریط) -

ہم ذیل میں ان حضرات کا ذکر کر رہے ہیں جو اشبیلیہ میں شائقین کتب کی حیثیت سے مشہور تھے :

شرف الدین بن الملک المعتمد کتابیں جمع کرنے میں ہمیشہ مستغرق رہتے تھے۔ انہوں نے عمدہ خط سے کچھ کتابیں خود بھی نقل کی تھیں ۔(۲۹) ایسے ہی لوگوں میں اشبیلیہ کے باشندے محمد بن عبداللہ بن یزید بن محمد بن خیر بن عیسی اللخمی تھے۔ یہ صاحب کتابیں اور ان کی اصل جمع کرنے کے بہت شائق تھے(۳۰)۔ یہیں کے محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن احمد ابن العربی راتوں کو جاگ جاگ کر کتابیں پڑھا کرتے۔ وہ اس طرح کہ پورے لباس میں سوتے اور ان کے دائیں بائیں کتابیں پڑی ہوتیں۔ ان کا چراغ کبھی نہیں بجھا کرتا تھا۔ جونہی اونگھ سے اٹھتے ہاتھ بڑھا کر مطالعہ کے لئے کتاب اٹھا لیتے(۳۱)۔ محمد بن خیر بن عمر بن خلیفہ نے اپنی کتابوں کی تصحیح کے لئے ایک خاص وقت مقرر کر رکھا تھا۔ ان صاحب کی وفات پر جب ان کی کتابیں فروخت کی گئیں تو ان سے بے شمار دولت حاصل ہوئی(۳۲)۔ مشہور و معروف ابن مروان الباجی نے اپنی جمع کردہ کتابیں اشبیلیہ کی جامع مسجد کے خطیب ابو الحکم بن الحجاج اللخمی کو دے دی تھیں(۳۳)۔

شائقین کتب کے ضمن میں المریہ کا شہر کافی شہرت کا مالک تھا۔ اس کی شہرت کی ابتداء الملک زہیر کے وزیر ابو جعفر بن عباس سے ہوتی ہے، جو اس وقت کتابیں جمع کرنے والوں میں سب سے زیادہ مشہور تھا۔ اس کے معاصرین اس امر کا ذکر کرتے ہیں کہ اس کے دوست ان چار چیزوں میں

۲۹۔ المقری : نفح الطیب. ج ۲ ص ۳۸۷۔

۳۰۔ ابن الفرضی : تاریخ العلماء والرواة للعلم بالأندلس. ج ۲ ص ۱۰۶ ت ۱۷۹۔

۳۱۔ الضبی : بغیة الملتمس . ص ۸۲ - ۹۰ ت ۱۷۹۔

۳۲۔ ابن الأبار : التکملة لکتاب الصلة. ج ۲ ص ۵۲۳ ت ۱۳۲۴۔

۳۳۔ ابن الأبار : التکملة لکتاب الصلة. ج ۲ ص ۸۵۱ ت ۱۰۸۶ (ط مجریط)۔

اس سے کبھی نہ بڑھ سکے - وہ ھیں سال، بخل، عجب اور کتابیں نقل کرنا - یہ صاحب جواں سال، حسین و جمیل اور گٹھے جسم والے تھے - اس نے ابا و اجداد سے بہت سا سال و دولت ورثے میں پایا جس کی مقدار سونے کے شریفی سکے کے مطابق پانچ لاکھ کے قریب بنتی تھی، جو اس وقت کے بیس ملین اسپینی ریال کے برابر ھے - یہ دولت اس کے علاوہ تھی جو دوسرے شہروں اور اضلاع میں تھی - أبو جعفر نے تمام علوم کو پوری توجہ سے حاصل کیا خاص طور پر قانون اور سیاست سے متعلق علوم کو سیکھا - انھی کی بدولت یہ صاحب منصب وزارت تک پہنچے - اس کے بخل نے انھیں بہت نقصان پہنچایا ھے اور اسی سے اس کی قدرو منزلت دوسروں کی نظر میں گرگئی - اور اسی طرح مملوکہ جائداد سے جو مالیہ وصول ھوتا تھا اس میں بھی کمی واقع ھو گئی - جمع کتب کے علاوہ بھی کئی کم خرچ قسم کے شغل رکھتے تھے - جیسے کہ شطرنج کھیلنے میں ان کا بہت شغف تھا - اس سب کے برعکس یہ صاحب مخطوطات اور قدیم تحریرات، کپڑے، برتن اور گھر کے باقی اثاثے کے حصول میں بخیل نہ تھے بلکہ اس سلسلہ میں بہت شاہ خرچ تھے - ان کی اس خوبی سے وہ تمام نساخ اور وراق پوری طرح واقف تھے، جو ان کے لئے کام کیا کرتے تھے - ان نساخوں اور وراقین میں اکثر ایسے تھے جنھوں نے اور کے ساتھ معاملہ کرنے کے بجائے انھیں ترجیح اس لئے دی تھی کہ یہ کتب کی حقیقی قیمت سے تین گنا زیادہ قیمت دینے کے لئے اکثر تیار رھتے تھے - بدیں سبب یہ اس ضمن میں عمدہ شخصیت سمجھے جاتے تھے - یہی وجہ ھے کہ وراقین اور دلال (Middle man) اپنے ھاں کی عمدہ کتابیں ان کے پاس برائے فروخت لایا کرتے تھے - اس طرح ان صاحب نے ایک ضخیم کتب خانہ جمع کر لیا جس میں بے شمار چھوٹے چھوٹے رسالوں کے علاوہ چار لاکھ جلدیں تھیں - اس کے محل میں ان کتابوں کے علاوہ قدیم نوادرات بھی تھے(۳۴) -

---

۳۴ - المقری : نفح الطیب. ج ۲ ص ۳۵۹ -

ان کے علاوہ المریہ کے قاضی عبدالحق بن عطیہ کتابیں جمع کرنے میں بڑی شہرت رکھتے تھے(۳۵)۔ اسی طرح میمون بن یاسین صنہاجی جو اپنے قبیلے صنہاجہ کا سردار تھا، اپنے رشتہداروں کو المغرب میں چھوڑ کر المریہ میں آباد ہوا تھا۔ یہ صاحب عمدہ کتابیں جمع کرنے کو دوسرے کاموں پر ترجیح دیتے تھے۔ ان کا انتقال ذی‌القعدہ ۵۳۰ھ میں اشبیلیہ میں ہوا ہے(۳۶)۔

المریہ میں نصر نامی ایک وراق بھی تھا(۳۷)۔

مالقہ کے باشندوں میں قدیر بن مدرک الغسانی وراق اور نساخ کی حیثیت سے مشہور تھے۔ وسیع علم کے مالک اس شخص نے وافر تعداد میں ادبی رسائل اور شعروں کے دواوین جمع کرنے کے لئے زندگی وقف کر رکھی تھی۔ بڑے بڑے ناقلین کتب کے خطوط سے پوری طرح واقف تھے۔ ان کی کنیت ابو عبداللہ بھی تھی اور ابوبکر بھی(۳۸)۔

مالقہ کی مسجد کے خطیب عیسی الروندی نے مشرق کا سفر کیا جس میں بہت سی کتابیں جمع کیں مگر ساری کی ساری خاندانی جھگڑے کے سبب ضائع ہو گئیں۔ کتابوں کا ذکر کرتے ہوئے مالقی شاعر ابو جعفر احمد ابن رضی کہتے ہیں:

''شراب خوری سے میں آسائش و استراحت نہیں پاتا اور نہ ہی نغمہ و ساز مجھے اچھے لگتے ہیں۔ بلکہ میں کتب کے مطالعے میں لذت پاتا ہوں اور میرا قلم ہمیشہ میرا خادم اور ناصر رہتا ہے''(۳۹)۔

۳۵۔ المقری: نفح الطیب. ج ۱ ص ۸۱۷۔

۳۶۔ ابن الأبار: التکملة لکتاب الصلة. ج ۲ ص ۸۱۷ ت ۱۸۲۲۔

۳۷۔ ایضا: ج ۲ ص ۷۴۶ ت ۱۸۵۵۔

۳۸۔ ایضا: ج ۲ ص ۵۱۷ ت ۱۴۱۲۔

۳۹۔ المقری: نفح الطیب. ج ۲ ص ۲۲۰۔

مالقه کے فقیه، فلسفی اور طبیب عثمان بن مندور اشبیلیه کے معزز گھرانے سے تعلق رکھتے تھے - انھوں نے فقیه ابو علی بن حسان کی بیٹی سے شادی کی اس نے اپنے باپ (ابو علی بن حسان) کی وفات پر ایک کتب خانه وراثت میں پایا جس سے عثمان بن مندور استفاده کیا کرتے تھے(۴۰) -

مشهور قاضی ابو الفضل بن عیاض کے پوتے محمد بن احمد نے بهت پهلے جمع کرده کافی بڑا کتب خانه وراثت میں پایا تھا(۴۱) -

اشبیلیه کے معزز گھرانے کے مشهور و معروف جامعین کتب کے سبب رونده (مقام) بھی فخر کرسکتا هے - ان میں محمد بن الحکیم لخمی کو سیاسی امور اور غرناطه کے نیلام سے متعلق کام حصول علم سے باز نه رکھ سکے - اس نے اپنی دلچسپی اور کتابوں سے محبت کی بنا پر اس قدر عظیم مقدار میں کتابیں جمع کیں که اس کے محل کے کمرے بھر گئے - اس کی تمام کتابیں، علمی جواهر پارے اور قیمتی کپڑے خانه جنگی میں تباه و برباد هوگئے(۴۲) -

بطلیموس کی علمی و ادبی میدان میں شهرت کا سبب المظفر بن الأفطس بنے - اس نے اپنی مشهور و معروف کتاب: ''المظفریات،، کے لئے اپنے جمع کرده عظیم کتب خانه سے بهت استفاده کیا - ان کی یه کتاب انسائیکلوپیڈیا قسم کی هے جس کی پچاس جلدیں هیں اور تقریبا تمام علوم سے بحث کرتی هے، جیسے علم جنگ، سیاست، تاریخ سے لے کر خرافات اور قصے کهانیوں تک اس میں درج هیں - ان صاحب کا انتقال ۴٦۰ھ میں هوا هے(۴۳) -

شلب کے مقام پر بھی وراق تھے جیسا که محمد بن عبدالله بن احمد

---

۴۰ - ابن الخطیب: الاحاطة فی اخبار غرناطة (مخطوطه در میڈرڈ) ج ۳ ورق ۱۴۱ -

۴۱ - ایضا: ج ۲ ورق ۱٦۳ -

۴۲ - ایضا: ج ۲ ورق ۱۱۰ -

۴۳ - المقری: نفح الطیب. ج ۲ ص ۲۵۸ -

القنطری وهاں ٹھیرے هیں - ان کی کنیت ابو القاسم تھی - انھیں کتابیں جمع کرنے کا بہت شوق تھا(۴۴) -

طلیطله محتاج تعارف نهیں هے کیونکه قرون وسطی میں یه شهر تعلیم کا بہت بڑا مرکز تھا - یورپ کے لوگ حصول علم کے لئے طلیطله هی آیا کرتے تھے - داخلی خانه جنگی کے دوران الحکم ثانی کے کتب خانے سے جو کتابیں ادهر ادهر بکھری تھیں ان میں سے کچھ یہاں بھی دیکھی گئی هیں - طلیطله هی وه مقام هے جهاں بنو ذی النون نے عرصه دراز تک حکومت کی اور اپنے عهد میں بجبر اچھے اچھے کتب خانوں کو قبضے میں لیا ، صرف اس وجه سے که اس خانوادے کو کتابوں سے بہت محبت تھی - انھوں نے عروشی کا کتب خانه زبردستی هتھیایا - اسی حصه میں لوگوں نے یه عجیب و غریب منظر بھی دیکھا که جب فرائین کے محله میں آگ لگی تو دیکھا گیا که سوائے ابن میمون کے گھر کو بچانے کے اور کسی طرف لوگوں نے کوئی توجه نه دی، کیونکه اس گھر میں مشهور زمانه صحیح ترین کتب کا مجموعه تھا جو ابن میمون نے جمع کر رکھا تھا - ابن میمون، جس کی کنیت ابو جعفر اور نام احمد بن محمد بن عبیده الأموی تھا، ۳۰۳ھ میں پیدا هوا اور ۴۰۰ ھ میں رحلت کرگیا(۴۵) -

آخری دنوں میں طلیطله میں ابو عامر محمد بن احمد بن اسماعیل بن ابراهیم (۴۵۶ھ-۵۲۳ھ) ایسے عالم هو گزرے هیں جو یہیں کے مشهور علماء کی تحریرات کے نمونے اپنے هاں محفوظ کیا کرتے تھے(۴۶) -

ابن الأبار نے خطاط اور تصحیح کرنے والوں میں ان حضرات کو بھی گنا هے :

۴۴- ایضا : ج ۲ ص ۱۳۰ -

۴۵- ابن الأبار : التکملة لکتاب الصلة (ط یورپ) ج ۱ ص ۲۱۶ - ۲۱۷ ت ۷۳۴ -

۴۶- ایضا : ج ۱ ص ۱۹۸ ت ۴۴۳ -

ابو الربیع سلیمان بن محمد (۴۳۸ھ - ۴۰۰ھ) ابو محمد قاسم بن محمد بن سلیمان الہلالی القیسی و ابو محمد عبدالرحمن بن محمد بن عباس ابن الخطار(۴۷) -

طلیطلہ میں ابو القاسم حاتم بن محمد بن عبدالرحمن بن حاتم ابن الطرابلسی جنھوں نے قرطبہ کے قیام کے دوران ھی سے کتابیں جمع کرنا شروع کر دی تھیں، انھوں نے یہاں بہت عظیم کتب خانہ قائم کیا جس میں صحت کے اعتبار سے بہت اچھی کتابیں تھیں (۴۸) -

طلیطلہ کے ممتاز ترین لوگوں میں سے ابو الولید ھشام بن عمر بن محمد ابن الخشنی نے مشرق سے بہت عمدہ اور خاصی مقدار میں کتابیں جمع کی تھیں (۴۹) -

اس امر کا پتہ چلتا ھے کہ وادی الحجارۃ میں بھی کتابیں جمع کرنے والے موجود تھے - ان لوگوں کے ھاں کافی تعداد میں کتابیں تھیں جیسے کہ عبدالرحیم الیزدی سے علم ھوا ھے -

اس کے باوجود کہ سرقسطہ شاھی مراکز سے کافی دور تھا اس کے باشندے جنگجو تھے اور علم کی طرف چنداں متوجہ نہیں ھوتے تھے، مگر پھر بھی آخری ایام میں کتابوں کے جمع کرنے والوں کے شوق سے متاثر ھوئے بغیر نہ رہ سکے - یہ مشغلہ ایسا تھا جو اس وقت تمام ذھنوں پر چھا چکا تھا - اس امر کی واضح دلیل خاندان بنی ھود کا عمل ھے جو آخری ایام میں یہاں سریر آرائے سلطنت ھوئے -

---

۴۷- ایضا : ج ۱ ت ۱۰۷، ۱۰۱۶ -

۴۸ - ایضا : ج ۱ ص ۱۵۸ - ۱۶۰ ت ۳۵۱ -

۴۹ - ابن بشکوال : کتاب الصلۃ. ج ۱ ص ۶۱۴ ت ۱۴۲۵ -

بنی ھود کے اھل خاندان میں المقتدر ایک ریاضی داں، فلسفی اور علم الافلاک کا ماھر ھوا ھے جس کے نام پر قصر جعفریہ میں ایک ھال بھی بنا ھوا تھا۔ اس کے علاوہ اس خاندان میں المستعین بھی تھا جو المقتدر سے کسی طرح کم نہ تھا۔ یہ وھی شخص ھے جس کو ابن بکلاریس نے جڑی بوٹیوں پر اپنی مشہور و معروف کتاب المستعین، پیش کی تھی۔ اس وقت یورپ کے کسی کتب خانے میں اس کتاب کا وجود باعث صد افتخار سمجھا جاتا تھا(۱)۔ لیکن جب اس شہر میں کتابوں سے شغف بڑھنے اور ترقی کرنے لگا حتی کہ دوسرے اندلسی شہروں کی طرح اوج کمال کو پہنچ گیا تو عین اسی وقت اس شہر پر الفانسو نے قبضہ کر لیا۔ مسلمانوں سے یہ شہر چھن جانے پر ان کی ھجرت کے باوجود قلعہ ایوب اور سرقسطہ میں بعض وراقین باقی رہ گئے تھے۔ ان میں بہت سی کتابیں جمع کرنے والے عبداللہ بن محمد بن سندور ابن منتیل بن مروان التجیبی کا نام لیا جاسکتا ھے، ان کا انتقال ۵۰۰ھ میں ھوا ھے(۲)۔

ارجونہ کے مہاجر وراقوں نے بلنسیہ میں سکونت اختیار کی وھیں خانوادہ ''سیدرای،، نے بھی دکانیں بنالیں تھیں۔ یہ خاندان پہلے قرطبہ میں مقیم تھا مگر عیسائیوں کے ھاتھوں قلعہ ایوب کے سقوط کے بعد، جو واقعہ کوٹنڈا کے

۱۔ Simonet : Glosorid. P. CXLVI.

۲۔ ابن الابار: التکملة لکتاب الصلة. ج ۲ ص ۸۰۸ ت ۱۹۷۳۔

کے موقعہ پر ہوا تھا، یہاں آکر آباد ہوگیا تھا، اسی مقام پر سرقسط کا مشہور و معروف وراق محمد بن عبداللہ بن ابی یحیی بن محمد بن سطروح التجیبی بھی آگیا تھا۔ اگی نے ارجونہ کے ایک شاعر کا دیوان بھی جمع کیا ہے۔ اس کی دوکان میں اکثر و بیشتر بلفسیہ کے ادباء کا جمگھٹا لگا رہتا جو محض اس شخص کی علمی وجاحت و علم دوستی کی بدولت تھا۔ محمد بن عبداللہ کی پیدائش ۵۴۰ھ میں اور وفات ۶۰۶ھ میں ہوئی ہے(۳)۔ اسی جگہ سرقسطہ کا شائق کتب خاندان ابن الصقر بھی تجارت کیا کرتا تھا۔ ابن الصقر کا بیٹا احمد ایک ماہر نساخ (کاتب) تھا۔ مخطوطات اور کتابوں کی جگھوں سے پوری طرح واقف ہونے کی بنا پر وہ ایک عظیم کتب خانہ قائم کر سکتا تھا۔ یہ بعد میں موحدین کے عہد میں شاہی کتب خانے کا مہتمم اعلی بھی مقرر ہوا تھا۔

ابن الابار نے ذکر کیا ہے کہ اہالیان قلعہ ایوب میں سے ایک وراق محمد بن سلیمان بن سیداری نے، جو قلعی کے نام سے مشہور تھے، بلنسیہ میں ایک دوکان کھول رکھی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا باپ بھی وراق ہی تھا۔ ان کا انتقال ۵۴۸ھ میں ہوا ہے(۴)۔ اسی مقام پر عبداللہ محمد بن محمد ابن سلیمان بن محمد عبدالعزیز انصاری بھی رہے ہیں جو کتابیں نقل کیا کرتے تھے یہ صاحب ایک اچھے نحوی تھے۔ ان کی پیدائش ۵۶۳ھ میں اور وفات ۶۱۰ھ میں ہوئی ہے(۵)۔

مختصر یہ کہ بلنسیہ میں کئی وراق تھے جن میں سے عبداللہ بن حیان الاروشی بھی ہیں جو حصول کتب کے سلسلہ میں بہت بے باک تھے۔ ابن علقمہ نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ طلیطلہ کے ذوالنون نے الاروشی کی کتابیں اس کے گھر سے حاصل کرکے اپنے محل میں منتقل کرلی تھیں۔

۳- ایضاً: ج ۲ ص ۵۷۹ ت ۱۰۴۶

۴- ایضاً: ج ۲ ص ۴۸۰ ت ۱۳۲۰

۵- ایضاً: ج ۲ ص ۵۷۸ ت ۱۵۶۲-

ان تمام کتابوں کو ۱۴۳ آدمیوں نے اٹھایا تھا جبکہ ایک آدمی ان میں سے صرف ۱۰ ارباع وزن اٹھا سکتا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اروشی نے ان میں سے تیسرا حصہ کہیں چھپا دیا تھا۔ ان کی پیدائش ۴۰۹ھ میں اور وفات ۴۸۷ھ میں ہوئی ہے(۶)۔ اسی طرح ابو الحسن علی بن محمد بن علی بن ھذیل تھے۔ یہ صاحب اپنے سوتیلے باپ ابو داؤد المقری کے ہاں پھولے پھلے اور المقری کی وفات کے بعد اس کی کتابوں کے وارث بنے۔ ابو الحسن کی وفات ۵۶۴ھ میں ہوئی ہے(۷)۔ ایشه کی مشرقی چھاؤنی میں ایک مقام لبرقاط تھا۔ یہاں کے ابو مروان عبیداللہ بن عبداللہ بن عبدالرحمن بن مسعود بن عیسون المعافری کتابوں، چھوٹے چھوٹے رسالوں اور تاریخی قصے کہانیوں کے جمع کرنے والے کی حیثیت سے مشہور ہوئے ہیں اس نے باب القنطرہ کے قریب ایک مسجد بھی بنوائی تھی جو اسی کے نام سے موسوم تھی۔ اس مسجد سے ملحق امام کے لئے اقامت گاہ بھی بنوائی گئی تھی۔ ان صاحب کی وفات ۵۷۳ یا ۵۷۴ھ میں ہوئی ہے(۸)۔

جو حضرات مخطوطات، چھوٹے چھوٹے رسالوں اور دیگر قلمی کتابوں کے جمع کرنے والے مشہور ہوئے ہیں ان میں ابو الربیع سلیمان بن عبدالملک ابن رویبیل بن ابراہیم بن عبداللہ العبدری بھی شامل ہیں۔ ان کی پیدائش ۴۹۶ھ میں اور وفات ۵۳۰ھ میں ہوئی ہے(۹)۔ اسی طرح مشرقی اندلس کے ایک شہر الشارہ کے ابو الحسن علی بن محمد بن علی بن محمد بن یحیی الغافقی (۵۷۱ھ-۶۴۹ھ) بھی تھے(۱۰)۔ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن سعید بن

۶- الضبی: بغیة الملتمس. ص ۳۳۰-۳۳۱ ت ۹۲۰. ابن بشکوال: کتاب الصلة. ج ۱ ص ۲۷۸ ت ۶۳۳-

۷- ابن الابار: التکملة لکتاب الصلة. ج ۲ ص ۶۶۶ ت ۱۸۵۸ (ط یورپ)-

۸- ایضاً: ج ۲ ص ۹۳۵ ت ۲۱۷۶-

۹- ابن بشکوال: کتاب الصلة. ج ۱ ص ۲۰۱ ت ۴۵۸-

۱۰- ابن الابار: التکملة لکتاب الصلة ج ۲ ص ۶۸۷ ت ۱۹۰۰ (ط یورپ)-

عبداللہ بن ابی زید اللری متوفی ٥٧٠ھ بھی انھی لوگوں میں شامل ھیں (١١)۔

ان خطاطوں میں سے جن کو بہت اھم سمجھا گیا ھے ابوعبداللہ محمد بن حسین بن عبداللہ بن عمر بن ھارون بن موسی بھی تھے۔ یہ صاحب شون کے باشندے تھے مگر بعد میں بلنسیہ آکر آباد ھوگئے۔ ان کا انتقال ٦٠٩ھ میں ھوا ھے(١٢)۔ ایسے لوگوں میں ابو محمد عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز ابن محمد بن یوسف بن سعدون الازدی (متوفی ٦٢٢ھ) بھی شمار ھوتے تھے۔ بعض رؤساء نے ان سے کتابت کا کام لیا ھے(١٣)۔ ابو زید عبداللہ بن عبدالملک ابن عبدالعزیز بن محمد بن نمیل کا تو ذریعہ معاش ھی یہ تھا کہ وہ کتابیں نقل کیا کرتے تھے۔ ان کا انتقال ٥٨٠ھ میں ھوا ھے(١٤)۔ ریہ کے معروف خطاط ابن الادیب محمد بن مروان بن یونس وراقت کے کام میں بہت اچھا درک رکھتے تھے۔ کہتے ھیں ان کی وفات ٥٤١ھ یا ٥٤٢ھ میں ھوئی ھے(١٥)۔ انھی لوگوں میں طرطوشہ کے محمد بن عبدالوھاب بن عبدالملک بن غالب ابن عبدالرؤف بن غالب بن فنیس العبدری بھی تھے۔ ان کی کنیت ابو عامر تھی۔ یہ بعد میں بلنسیہ میں آکر آباد ھوگئے تھے۔ وراقت میں اس قدر اعلی کام کرتے کہ لوگ ان پر مکمل طور پر اعتماد کرتے تھے(١٦)۔ ابو محمد عبداللہ ابن ابراھیم بن الحسن بن منتیال کا خط اگرچہ اچھا نہ تھا مگر انھوں نے قیساریہ میں وراقت کی دکان کھول رکھی تھی۔ ٥٠٠ھ سے قبل پیدا ھوئے اور ذی القعدہ ٦١١ھ میں انتقال ھوگیا(١٧)۔ انھی لوگوں میں ابوالقاسم خلف بن عمر بھی

١١۔ ایضاً: ج ٢ ص ٣٤٧ ت ٢٠٨١ (ط یورپ)۔

١٢۔ ایضاً: ج ٢ ص ٥٨٧ ت ١٥٦١۔

١٣۔ ایضاً: ج ٢ ص ٥١٤ ت ١٤٤٦ (ط یورپ)۔

١٤۔ ایضاً: ج ٢ ص ٥٠٧ ت ١٦١١ (ط یورپ)۔

١٥۔ ایضاً: ج ٢ ص ٣٦٨ ت ١٢٩٤۔

١٦۔ ایضاً: ج ١ ص ٢٠٨-٢٠٩ ت ٧١٢ (ط یورپ)۔

١٧۔ ایضاً: ج ٢ ص ٨٨٢ ت ٢٠٩٨۔

شامل تھے جو جزیرۂ شقر کے رہنے والے تھے۔ مگر بلنسیہ میں آکر بس گئے تھے۔ یہ صاحب ایک اچھے معلم اور معروف وراق تھے۔ کتابت کے سلسلہ میں عموماً مقابلے کرایا کرتے اور جو اچھا لکھتا اسے بڑھ چڑھ کر رقم پیش کیا کرتے۔ ان کا انتقال ۵۶۰ھ میں ہوا ہے(۱۸)۔

بلنسیہ میں خطاطی کی تعلیم کا باقاعدہ ایک مدرسہ بھی قائم تھا(۱۹)۔

اندلس کے باقی شمالی علاقوں میں بھی خطاطی اور کتابیں جمع کرنے والے موجود تھے۔ جزیرۂ شقر میں ابو عبداللہ محمد بن محمد بن یحیی بن خشین ان میں بہت ممتاز تھے۔ یہ صاحب قرآن کریم کی کتابت کرتے تھے اور اپنے زمانے میں قرآن کی تنقیط، عمدہ خط اور بہتر لکھائی کی جان پہچان میں لاثانی سمجھے جاتے تھے۔ ان کا انتقال ۶۳۰ھ کے قریب کسی تاریخ میں ہوا ہے (۲۰)۔

اہل مرسیہ میں سے عبدالرحمن الناصر کے ایک غلام سعید بن نصر کا غلام ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن سعادہ تھا، جس کے اسلاف کا گھر تو بلنسیہ میں تھا مگر وہ شاطبہ میں آباد تھا۔ اس نے ابو علی الصدفی ابن سکرۃ سے وراثت میں بہت عمدہ مخطوطات اور قیمتی کتابیں پائیں۔ یہ کتابیں صحت کے اعتبار سے بہت عمدہ تھیں۔ ان کا یہ کتب خانہ قابل فخر اور مکمل سمجھا جاتا تھا۔ ابن سعادہ صوفی منش انسان تھے اور غزالی کے تلامذہ میں سے تھے۔ قاضی شاطبہ کے امین بھی تھے۔ ان کی پیدائش ۴۹۶ھ میں ہوئی اور وفات ۵۶۶ھ میں مرسیہ میں ہوئی ہے(۲۱)۔ اسی طرح ابو عیسی لب بن محمد ابن محمد متوفی ۶۳۱ھ بھی اہل شاطبہ میں سے تھے جن کے ہاں قدیم مخطوطات

---

۱۸ ایضاً: ج ۱ ص ۲۹۷ ت ۸۱۱۔

۱۹۔ Julian Ribera y Tarrago : Disertaciones. Vol. II, P. 300-8.

۲۰۔ ابن الابار: التکملۃ لکتاب الصلۃ. ج ۲ ص ۶۳۱ ت ۱۶۴۴۔

۲۱۔ الضبی: بغیۃ الملتمس. ص ۲۸۹-۲۹۰ ت ۷۴۸. المقری: نفح الطیب. ج ۱ ص ۶۰۷.
ابن الابار: التکملۃ لکتاب الصلۃ. ج ۲ ص ۵۰۵ ت ۱۳۹۰۔

کا ذخیره تھا(۲۲) - شاطبه میں نباتات کے مشہور عالم ابن الرومیه کو مختلف علوم کی کتابیں جمع کرنے کی حیثیت سے کافی شہرت حاصل تھی - ان کے اس شوق میں ان کے مال و دولت اور وافر عنایات نے بہت کام کیا - وہ عموماً ہر طالب کو اس کی مطلوبه کتاب عطا کردیا کرتے تھے چاہے وہ کتاب بہت ہی نادر اور اصل ہی کیوں نه ہوتی - یه خیال رہے که ایسی کتاب کی ملکیت اس وقت باعث عزوشرف سمجھی جاتی تھی - یه حسن عمل یه صاحب صرف اس لئے کرتے تھے تاکه ان جواہر پاروں سے دوسرے لوگ بھی استفادہ کریں - ان کا فقہی مسلک مشہور فلسفی ابن حزم القرطبی کے فقہی مذہب کے مطابق تھا(۲۳) -

مرسیه میں خوبصورتیء خط میں ابوالحسن علی بن محمد بن دیسم، جو وراقت پر گذارہ کرتے تھے(۲۴)، اور ابو القاسم محمد بن عبدالرحمن بن احمد ابن عبدالعزیز المعروف بابن حمنال بہت ممتاز تھے - مؤخرالذکر قرآن مجید کی کتابت، تنقیط، عمدگئی خط اور وراقت میں حد درجه کمال رکھتے تھے(۲۵) - قرطبه اور بلنسیه میں ایک زمانے تک سیاسی مشاغل میں غرق رہنے کے بعد غرناطه کے ابن الفرج مرسیه آئے - یه صاحب کتابیں جمع کرنے والے تھے اور ان کے پاس چیدہ کتابوں کا ایک کتب خانه تھا جس میں تقریباً سبھی کتابیں ان کے اپنے ہاتھ سے عمدہ لکھی ہوئی تھیں - اس کتب خانه کا اپنے زمانے میں کوئی مثیل نه تھا - ان کا پورا نام ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحیم ابن الفرج بن خلف بن سعید بن ہشام الانصاری الخزرجی تھا - پیدائش ۵۰۱ھ میں ہوئی اور اس دار فانی سے ۵۶۷ھ میں کوچ کر گئے(۲۶) - مشہور مورخ

---

۲۲ - ابن الابار: التکملة لکتاب الصلة. ج ۱ ص ۳۵۲ ت ۹۴۸ -

۲۳ - ابن الخطیب : الاحاطه فی اخبار غرناطة، ج ۱ ص ۲۱۵-۲۱۶ -

۲۴ - ابن الابار: التکملة لکتاب الصلة. ج ۲ ص ۶۷۹ - ۶۸۰ ت ۱۸۹۸ (ط یورپ) -

۲۵ - ایضاً : ج ۱ ص ۳۴۲ ت ۱۰۰۱ (ط یورپ) -

۲۶ - ایضاً : ج ۲ ص ۵۰۸ ت ۱۳۹۴ -

ابن الابار کے دوست ابوبکر محمد بن غلبون بن محمد بن عبدالعزیز بن غلبون ابن عمر الانصاری کے پاس، جو مرسیہ کے باشندے تھے، ایک کتب خانہ تھا جس میں بہت سے مخطوطات، خوبصورت اور نفیس قسم کی کتابیں تھیں ۔ ان صاحب کا وفات سے کچھ عرصہ قبل دماغی توازن بگڑ گیا تھا ۔ اس عرصے میں یہ قیمتی کتب خانہ ضائع ہو گیا ۔ اس میں سے اکثر کتابیں بیچ دی گئیں مگر ابن غلبون کو اس کا قطعاً کوئی احساس نہ ہوا(۲۷) ۔

جب مسلمانوں کے قبضہ سے شہر نکلنے لگے تو علماء اور سیاسی لوگ ان مسلم علاقوں اور شہروں میں جمع ہونے لگے (جن میں خطرہ کم تھا) چنانچہ اسی وجہ سے غرناطہ میں ایسے لوگ بہت سے جمع ہوگئے اور انھوں نے جمع کتب کا شوق بھی ایک طویل عرصے تک قائم رکھا ۔ آخری زمانے میں ایسے شائقین کتب کا یہاں پر معتدبہ اضافہ ہوگیا کیونکہ دوسرے علاقوں اور خطوں کے اس شوق والے لوگ بھی انھی مقامات کا رخ کرنے لگے ۔

اسلامی اندلس کے کتب خانوں کی سیر کرتے ہوئے ہم کچھ عرصہ کے لئے ٹھہر جائیں — اگرچہ یہ عمل ہمارے لئے کافی تکلیف دہ ہے — اور بنوالاحمر کے شاہی کتب خانے پر جو غرناطہ میں تھا، ایک نگاہ ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ کس قدر بلند پایے کے لوگ اس کتب خانے کی انتظامیہ میں شامل تھے ۔ اسی طرح اور خاص کتب خانے بھی دیکھیں جیسے کہ الزبیدی کا کتب خانہ تھا جسے اسکیلولا نے چرا لیا تھا مگر بعد میں سلطان غرناطہ کے آدمیوں کی کوشش سے واپس حاصل کرلیا گیا ۔ ایسے ہی کتب خانوں میں ابن فرحون کا کتب خانہ بھی تھا، جو اپنے اندر سمائے ہوئے اہم مخطوطات اور ان پر تزئین کے کام کی بدولت بہت مشہور تھا ۔ ایک ایسا ہی کتب خانہ ''الطراز'' کا تھا جس میں اکثر و بیشتر ادباء حاضر ہوتے رہتے اور یہاں کے

۲۷- ایضاً : ج ۲ ص ۶۶۳ ت ۱۶۹۰ ۔

صحیح ترین نسخوں سے مقابلہ کرکے اپنے نسخوں کی تصحیح کر لیا کرتے تھے(۲۸) - ابن لب کا کتب خانہ بہت اہم تھا کیونکہ یہ صاحب جید عالم، بہت بڑے خطیب اور دبنگ قسم کے مناظر تھے - عموما مسیحی علاقوں میں نکل جاتے، خاص طور پر جب مسلمانوں کے ساتھ عیسائی برسر پیکار ہوتے یہ صاحب مسیحی راہبوں کے ساتھ عام اعلان کے ذریعے مناظرے کیا کرتے-

اس امر کا صحیح اندازہ لگانے کے لئے کہ لوگوں کا جمع کتب میں شغف کہاں تک پہنچا ہوا تھا، ہمارے لئے مناسب ہوگا کہ ہم ان مقامات کے سوق الوراقین کا جائزہ لیں جہاں ہم دیکھتے ہیں کہ کتنی عمدہ کتابیں فقہاء اور علماء نے قلت معاش کی بنا پر بیچ دی ہیں تاکہ وہ اس ہنگامہ نفسی نفسی کی زندگی کے بعد اس مال سے حیات کے باقی ایام کچھ آرام او آسائش کے ساتھ گزار سکیں -

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ابن سکران جو بلنسیہ کے ماہر فنکار اور بہترین خطاط تھے، ایک دن مسجد البیازین میں محفوظ کچھ وثائق لے اڑے مگر چونکہ یہ صاحب شاہی کتب خانہ کے بہت اہم ذمہ دار لوگوں میں سے تھے اس لئے انہیں یہ وثائق واپس کرنے پڑے-

جیان کے مشہور و معروف معلم الزبیدی، جو کتابیں جمع کرنے کے بہت شائق تھے، اپنے کتب خانے کے چوری ہو جانے پر عرصے تک بہت غمگین رہے کیونکہ ان کے کتب خانے میں انہوں نے اپنے اساتذہ سے خود اپنے ہاتھ کے ساتھ کتابیں املا کی تھیں - الزبیدی کا غرناطہ میں انتقال ہوا ہے(۲۹) - کہتے ہیں کہ غرناطہ کا بہت اچھا شاعر ابن سارہ، جو شنتریہ کا اصلی باشندہ تھا، نساخ بھی تھا اور وراق بھی - اس حرفت سے وہ زندگی گزارہ کرتا تھا(۳۰) -

---

۲۸ - ابن الخطیب : الاحاطة نی اخبار غرناطة. ج ۲ ورق ۱۳۹ ا (مخطوطہ در میڈرڈ) -

۲۹ - ایضاً : ج۱ ورق ۳۴ ب -

۳۰ - ابن الابار: التکملة. لکتاب الصلة. ج ۲ ص ۸۱٦ ت ۱۹۹۳ -

غرناطه هی کا ابن بالیس کتابوں کی تجارت میں بہت مشہور تھا۔ یہ صاحب متدین قسم کے تھے اور عمدہ اخلاق پایا تھا(۳۱)۔ ابن الخطیب نے اپنے نیک طینت استاد ابوالقاسم الکلبی کو کتابیں جمع کرنے والوں اور کتب‌خانے قائم کرنے والوں کے ضمن میں ذکر کیا ہے(۳۲)۔ ابوعبداللہ الطراز کے عمدہ مخطوطات صحت لفظی اور درستی میں اونچا مقام حاصل کرچکے تھے(۳۳)۔

کتنے هی ممتاز ماہر خطاط اور نساخ تھے جو اپنے خط کی عمدگی اور بہترین کتابت کی بدولت عجائب روزگار سمجھے جاتے تھے۔ ایسے هی لوگوں میں ایک ابن فرکون بھی تھے(۳۴)۔ انہی لوگوں میں ابن عامر الحجواری بھی تھے جنہوں نے بہت سی ایسی کتابیں لکھی هیں کہ نمونے کے طور پر سامنے رکھ کر تحریر میں ان کی نقل کی جاتی تھی(۳۵)۔ فاس کے عبداللہ العابد بھی ایسے هی لوگوں میں شامل تھے۔ یہ صاحب غرناطہ میں قیام پذیر ہوئے اور سلطان کے دربار میں اونچے عہدوں پر فائز رہے۔ ان کی قیمتی کتابوں کا ذخیرہ ابن الخطیب کے استاد ابن الاشیب نے وراثت میں پایا(۳۶)۔ ابن لب مالقی نے، جو کچھ دنوں غرناطہ میں رہے هیں، اپنے کتب خانے کا بہت سا حصہ جامع مالقہ میں وقف کردیا تھا(۳۷)۔

مسلمانوں سے علاقے واپس لینے کی تحریک جب ختم ہوگئی (یعنی مسلمانوں کی اندلس میں حکومت نہ رہی) تو عیسائیوں کے درمیان رہ کر بھی مسلمانوں نے مخطوطات جمع کرنے کے شوق کو برقرار رکھا۔ مگر ان کا یہ شوق اسی

۳۱۔ شرح الاحاطہ (مخطوطہ در میڈرڈ). ج ۲ ورق ۱۴۱ ب۔

۳۲۔ ایضاً: ج ۳ ورق ۱۳۷ ب

۳۳۔ ایضاً: ج ۲ ورق ۱۳۶ الف۔

۳۴۔ الاحاطہ: ج ۱ ص ۲۲۸، (ط مصر)۔

۳۵۔ ایضاً: ج ۳ ورق ۱۴۹ ب (مخطوطہ)۔

۳۶۔ ایضاً: ج ۲ ورق ۸۲-۸۳ (مخطوطہ)۔

۳۷۔ ایضاً: ج ۲ ورق ۱۰۷ ب (مخطوطہ)۔

ماحول اور حالات کے مطابق تھا جس میں وہ زندگی گزار رہے تھے۔ اس پر هسپانوی حکومت نے اپنی رعایا یعنی مسلمانوں کی دینی تعلیم کی زبردست مخالفت کی۔ باوجودیکه اس عمل کو عیسائی غلطی تصور کرتے تھے پھر بھی انھوں نے مسلمانوں کی تعلیم کو بند کرانے کے احکام جاری کئے، اس سختی میں دن بدن اضافه کیا جاتا رہا۔ یه سب اس خیال کو ذهن میں رکھ کر کیا جاتا رہا که بالاخر مسلمانوں کو اندلس سے نکال باهر کرنا ہے۔

کیا مسلمانوں کے پاس اس سے زیادہ کتابیں اور کتب خانے نه تھے جن کا اوپر ذکر هوا ہے؟ اور کیا اس وقت عربی کتابوں کی قلت اس امر کی دلیل بن سکتی ہے که جو کچھ اوپر ذکر هوا ہے وہ سارا خرافات اور غیر معقول تھا؟

جن اسباب کی بنا پر مسلمانوں کے هاں کتابوں کی تعداد میں اضافه هوا کرتا تھا وهی اسباب کتابوں کے بہت سرعت کے ساتھ ضائع هونے کی وجه بن گئے۔ اندلس کے کارخانوں میں تیار کردہ عمدہ مگر خشک اور چمکدار کاغذ باوجود ظاهری حسن و جمال اور زمانے کے عمل کا مقابله کرنے کی صلاحیت رکھنے کے برعکس کمزور اور بودا ثابت هوا۔ رطوبت سے وہ پتوں کی طرح بھر بھرا بن جاتا تھا۔ علاوہ بریں وہ چوهوں اور عثه (کپڑے کترنے والا کیڑا) کی بڑی مرغوب خوراک تھا۔ اسے آگ بھی بہت جلد لگتی تھی۔ ایک هاتھ سے دوسرے میں منتقل هونے کا متحمل بھی کم تھا۔ کافی عرصه تک قائم نہیں رہ سکتا تھا اور آسانی سے پھٹ جاتا تھا۔ یہی وجه ہے که کتابوں کا استعمال کتابوں هی کے لئے نقصان دہ تھا۔ گویا یه کاغذ کتابوں کے پڑھے جانے میں ممد نه تھا۔ اس پر مستزاد یه که اندلس سے نکلتے وقت مسلمانوں نے جو کتابیں وهاں سے نکال لیں وہ بعد میں جاهلوں کے هاتھ لگیں جو ان کی حفاظت کسی طرح بھی نه کرسکے۔ اسی طرح کتابوں کے ضائع هونے

کے کئی اسباب هم جانتے هیں جو آهسته آهسته اس نقصان میں اضافه کرتے رهے - ایسے اسباب و واقعات سے تاریخ کی کتابیں بھری پڑی هیں -

یه بات بلاشک و تردید کہی جا سکتی هے که بہت سی کتابیں برے حالات کے سبب ضائع هوئیں - جیسا که ابو موسی عبدالرحمن بن موسی الهواری، جو استجه کے رهنے والے تھے، کے ساتھ واقعات پیش آئے - یه صاحب عبدالرحمن اول کے عهد میں مشرقی ممالک کی طرف گئے - جب واپس اندلس آئے تو تدمر کے سمندر میں طوفان میں پھنس گئے - جس کے نتیجه میں ان کی ساری کتابیں ضائع هوگئیں - استجه کے لوگ جب ان کے صحیح و سلامت واپس آنے پر مبارک باد پیش کررهے تھے اسی وقت ابو موسی کی کتابوں کے ضائع هو جانے پر ان سے افسوس کا اظہار بھی کر رهے تھے - اس پر ابو موسی نے کہا تھا: ذهب الخرج وبقی الدرج، یعنی جو کچھ کتابوں میں تھا وه تو چلا گیا مگر جو کچھ سینے میں تھا محفوظ رها(۳۸) - کچھ اسی طرح کا واقعه ابو یحیی افلح کے ساتھ پیش آیا جو الناصر عبدالرحمن بن محمد امیرالمومنین کے غلام تھے(۳۹) - تقریباً ایسے هی حالات سے انده کے عبدالله بن داؤد بن عبدالرحمن ابن سلیمان بن عمر بن خلف بن حوطالله الانصاری متوفی ۶۱۲ھ دوچار هوئے(۴۰) -

بہت سی کتابیں اندلس سے بلاد مشرق میں بھی منتقل هوئی هیں - جیسے اندلسی عطیه بن سعید بن عبدالله جن کی کنیت ابو محمد الصوفی تھی اور وه کتابیں جمع کیا کرتے تھے، مشرق میں پھرتے رهے - کہتے هیں که انهوں نے (اندلس میں) بہت سی کتابیں جمع کیں - انهیں کئی اونٹوں کے قافلے پر لادا گیا - اتنے بڑے قیمتی ذخیرے کے باوجود یه صاحب فقیرانه زندگی بسر کرتے تھے - ان کا انتقال مکه معظمه میں ۴۰۷ھ یا ۴۰۹ھ میں هوا

---

۳۸ - ابن الفرضی: تاریخ العلماء والرواة للعلم بالاندلس. ج ۱ ص ۳۰۰ ت ۷۷۸ -

۳۹ - ایضاً: ج ۱ ص ۹۹ ت ۲۶۲ -

۴۰ - ابن الابار: التکملة لکتاب الصلة. ج ۲ ص ۸۸۳ ت ۲۰۹۹ -

ہے(۴۱)۔ مشہور مورخ الحمیری نے اپنی کتابیں مشرق میں کئی علماء کو وقف کرکے دے دی تھیں (۴۲)۔ ایسا ہی کام جیان کے عالم محمد بن علی بن یاسر الانصاری نے کیا ہے۔ انھوں نے مشرق میں طالب علموں کو اپنی کتابیں وقف کردیں تھیں (۴۳)۔ کہتے ہیں کہ یہ کتابیں اصحاب حدیث پر وقف کی تھیں جیسا کہ ابن الابار نے بتایا ہے(۴۴)۔ محمد بن علی، (مصر میں) نورالدین کے کتب‌خانے کے مہتمم تھے۔ ان کا انتقال ۵٦۳ھ میں ہوا ہے۔ نبیل‌الدین بن ہلال اندلسی نے بھی مشرق کو سفر کیا ہے۔ انھوں نے اپنی کتابیں اپنے دوست ایک مرسی کو ھدیۃ دے دی تھیں (۴۵)۔

ہمیں اس امر پر زیادہ حیران نہیں ہونا چاہئے کہ مشرقی ممالک کے چھاپے خانے اس وقت اندلس کے ابن عربی جیسے صوفیا، ابن مالک جیسے نحوی، ابوبکر الطرطوشی جیسے سیاسی، ابن قرہ الشاطبی جیسے قران کے قاری، ابن خفاجہ جیسے شعراء اور ابن خاقان جیسے مشاہیر کی تالیفات کیوں چھاپ رہے ہیں ؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اندلس پر عیسائیوں کے قبضہ کے نتیجہ میں بے شمار اندلسی علماء مشرقی ممالک میں جا بسے۔

اندلس سے شمالی افریقہ میں مختلف ادوار میں بہت سی کتابیں منتقل ہوتی رہی ہیں۔ فسادات کی بنا پر منصور اور اس کے بیٹے کی وفات کے بعد بہت سے علماء اندلس سے بھاگ کر فاس وغیرہ میں آباد ہوگئے تھے(۴٦)۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ شمالی افریقہ کے طلباء حصول علم کی خاطر اندلس پہنچے اور جب فراغت کے بعد واپس ہوئے تو جمع کردہ کتابیں اپنے ساتھ گھروں کو

۴۱۔ ابن بشکوال: کتاب الصلة. ج ۲ ص ۴۲۳ ت ۹٦۳۔
۴۲۔ المقری: نفح الطیب. ج ۱ ص ۵۳۵۔
۴۳۔ ایضاً: ج ۱ ص ۴۹۹۔
۴۴۔ ابن الابار: التکملة لکتاب الصلة. ج ۲ ص ۵۰۰ ت ۱۳۸۰۔
۴۵۔ المقری: نفح الطیب. ج ۱ ص ۸۹۱۔
۴٦۔ المراکشی: المعجب فی تلخیص اخبار المغرب. ص ۴۲۔

لیتے گئے۔ جیسا کہ ابو عبدالرحمن یصلقن بن داؤد الاغماتی (متوفی ۴۷۲ھ) نے کیا ہے(۴۷)۔ تلمسان کے ابو عبداللہ محمد بن عبدالحق بن سلیمان الکرمی نے، جن کی وفات ۶۲۵ھ میں ہوئی ہے، بھی ایسا ہی کیا(۴۸)۔ یہ بات بعید از عقل نہیں ہے کہ المغرب کے خانوادہ سلجوم کا کتب خانہ بھی اندلس ہی سے آیا ہو، کیونکہ اس خاندان کا اصل مقام مشرقی اندلس تھا اور انہوں نے اس قدر عمدہ کتابیں جمع کر رکھی تھیں کہ ان کی نظیر اس وقت اندلس میں نہیں ملتی تھی۔ اسی خاندان کے ایک فرد ابوالقاسم عبدالرحمان بن یوسف ابن محمد بن یوسف بن عیسی الازدی الزہرانی (۵۳۰ھ-۶۰۰ھ) نے، جو ابن رقیہ کے نام سے مشہور تھے، اندلس میں ایک کتب خانہ جمع کیا بھی تھا(۴۹)۔

اس بھاگم بھاگ میں اندلس سے کچھ وراق اور نساخ بھی مراکش پہنچے ہیں جیسے کہ کرمونہ کے باشندوں میں سے الغافقی تھے(۵۰)۔ ایک صاحب خیمینہ کے تھے جو کتابوں کا کاروبار کیا کرتے تھے اور عموما کتابیں بہت مہنگی بیچا کرتے تھے۔ ایسے ہی لوگوں میں شائق کتب ابن رشید ہے جو غرناطہ میں تو پھولا پھلا مگر فاس میں اخری ایام گزارے اور وہیں انتقال کیا(۵۲)۔ ابن رشید کے کتب خانے کی بعض کتابیں اب اسکوریال میں پڑی ہیں۔

تاریخوں میں وارد شدہ واقعات ہمارے لئے کافی ہیں کہ بہت سی کتابیں جلا کر راکھ کی گئیں۔ یہ آگ عموما علی الاعلان بہت بڑے اجتماع کے روبرو لگائی جاتی تھی۔ اندلس میں مخطوطات کا جلانا کئی صدیوں تک قومی تقریب

۴۷۔ ابن الفرضی : تاریخ العلماء والرواۃ للعلم بالاندلس. ج ۲ ص ۲۱۰ ت ۱۶۴۴۔

۴۸۔ ابن الابار : التکملۃ لکتاب الصلۃ. ج ۲ ص ۵۱۷ ت ۲۱۳۷ (ط یورپ)۔

۴۹۔ ایضاً : ج ۲ ص ۵۹۰ ت ۱۶۵۲۔

۵۰۔ الحمیدی : جذوۃ المقتبس. ص ۲۸۳ (ط یورپ)۔

۵۱۔ ایضاً : ص ۷۸۔

۵۲۔ ابن الخطیب : الاحاطہ فی اخبار غرناطہ. ج ۳ ورق ۱۵ ب (مخطوطہ)۔

اور عید کی طرح بنایا جاتا رہا ہے۔ شاید و باید ہی کوئی ایسی قوم ہوگی جس نے یہ گناہ کیا ہے جیسے اندلس میں مسلمان اور عیسائی دونوں کتابوں کے جلانے کا کام کرتے رہے ہیں۔ یہ سوءظن نہ پیدا کہ شاید عیسائیوں کو مسلمانوں کے علوم و فنون سے نفرت تھی جس کے نتیجہ میں یہ شنیع فعل سرزد ہوتا رہا۔ بلکہ حقیقت یہ تھی یہ دونوں، کتابوں کے مقدار کے معاملے میں ایک دوسرے سے بڑھ جانا چاہتے تھے۔ غلو تو ہمارے عوام کا خاصا ہی ہے۔

غیر متمدن معاشرے میں عوام کتاب کی قدرو منزلت نہیں سمجھتے، نہ کتابیں لکھتے ہیں اور نہ انہیں جلاتے ہیں۔ مگر ہمارے ممالک میں جیسے ہم اسپینی ہیں، جہاں کتاب افکار پھیلانے کا ایک موثر ذریعہ ہے، کتابوں کو جلا دیا جاتا ہے تاکہ خطرناک مذاهب یا الحاد نہ پنپ سکے جو عوام کے اعتقادات سے ٹکراتا ہے۔ ایسے اعتقادات سے جن کی عوام حفاظت و سلامتی چاہتے ہیں۔ چونکہ ایسی کتابوں کا جلایا جانا شاذ و نادر ہوتا ہے اس لئے اس کے بارے میں ہمیں مختصر مواد ہی مل سکا ہے جو نیچے درج کیا جا رہا ہے۔

مسلمانوں کے اندلس پر قابض ہوجانے پر تعلیم اس قدر کافی اور عام نہ تھی۔ اسی لئے لوگوں کے وهم و گمان میں بھی نہ آسکتا تھا کہ کتاب کس قدر خطرناک ثابت ہوسکتی ہے۔ مگر جس وقت مالکی مذهب نے اندلس میں اپنے پاؤں گاڑ لئے اور مشرقی ممالک سے ہر آنے والے مذهب کے آگے خم ٹھونک کر کھڑا ہوگیا تو یہاں کتابوں کے جلانے کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا۔ اس کام کی ابتداء عوام ہی کی طرف سے ہوئی جنہیں عام طور پر فقہاء نے بھڑکایا تھا۔ تب عدالتی کاروائی شروع ہوئی۔ ان اشخاص و علماء کو طعن و تشنیع کا مورد ٹھیرایا گیا جنہیں خطرناک افکار پھیلانے کا مہتمم بنایا گیا

تھا۔ جب ایسے لوگوں نے علی رؤوس الاشہاد توبہ نہ کی تو عوام ان کے خلاف بھڑک اٹھے۔ ان کے گھروں میں گھس گئے اور ان کے کتب خانے جلا ڈالے۔ جیسا کہ معروف فلسفی ابن مسرۃ کے ساتھ ہوا ہے۔ ابن کلیب اندلس میں مشرقی فلسفہ لایا تھا۔ یہ صاحب اس بات کے قائل تھے کہ انسان مجبور محض نہیں بلکہ سب کچھ اس کے اختیار میں ہے۔ ان کی وفات پر علماء کی ایک جماعت ان کے گھر میں گھس گئی، ان کی کتابیں اندر سے نکال کر شارع عام پر ڈھیر کردیں تاکہ ان کتابوں کو جلا کر راکھ کردیا جائے جو ان علماء کے مذہب سے میل نہیں کھاتیں (٥٣)۔ یہ حقیقت ہے کہ یہ محاسبہ غیر رسمی تھا اور علماء نے اس وقت کے قانون اور مروج نظام کو پس پشت ڈال کر کیا تھا۔ اگرچہ حکومت کئی مرتبہ اس قسم کی مداخلت سے نفرت کا اظہار کر چکی تھی جس میں اس امر کا لحاظ ضروری تھا کہ باقاعدہ الزام قائم کیا جائے اور ملزم عدالت کے سامنے حاضر ہوکر جواب دے۔ اس قسم کی زیادتیوں (یعنی غیر قانونی محاسبہ) سے اموی خلفاء نے کئی مرتبہ اعراض کیا ہے جیسا کہ الحکم کے عہد میں ہوا۔ لیکن اس کے باوجود جو لوگ ان ظالموں کے زیر اثر رہنا چاہتے تھے، انہیں اندلس سے نکال باہر کرنے میں ظالم عوام نے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔ ایسے واقعات و حوادث کے پیچھے محرک عوامی منچلا پن تھا۔ حکومت کی ایسی کوئی خواہش نہ تھی۔ مذکورہ بالا بات منصور کے عہد میں کھل کر سامنے آگئی۔ وہ یوں کہ منصور خود فلسفہ اور حکمت کی کتابوں کا ازحد شائق تھا مگر اس وقت کے علماء اور عوام ان کتابوں کو بری نگاہ سے دیکھتے تھے۔ منصور ایسی کتابوں کو لوگوں کے برے شکوک کی بنا پر کتب خانے میں بہت محفوظ جگہوں پر چھپائے رکھتا تھا۔ مگر منصور جب خلیفہ بنا تو اس نے عوام کی حمایت اور رضامندی حاصل کرنے کے لئے الحکم ثانی کے کتب خانے کی جانچ پڑتال کے لئے علماء

---

٥٣ - ابن الفرضی: تاریخ العلماء والرواۃ للعلم بالاندلس. ج ١ ص ١٢٠ - ١٢١ ت ١٧٤ (ط مجریط)۔

کی ایک کمیٹی بنائی کیونکہ اکثر عوام اس کتب خانے کی مخالفت میں تھے اور اس کی چھان بین چاہتے تھے۔ ان کے خیال کے مطابق اس کتب خانے میں میں ملحدانہ خیالات کی حامل بہت سی کتابیں تھیں۔ اس کتب خانے کے مالک کی عظمت، شہرت اور یہ کہ کتب‌خانہ منصور کے والد کا تھا، یہ سب کچھ عوام کو اس کی چھان‌بین سے نہ روک سکا۔ پڑتال کرنے والوں نے بہت سی مشکوک کتابیں محل کے بڑے صحن میں نکالیں اور منصور کی موجودگی میں انہیں نذر آتش کیا۔ یہی نہیں بلکہ منصور نے خود اپنے ہاتھوں سے کئی نسخے آگ میں جھونکے۔ اس موقعے پر فلسفہ، علم الافلاک، مذہبی مناظرہ اور ان سے متعلق موضوعات کی کتب جلائی گئیں کیونکہ یہ سب خطرناک سمجھی جاتی تھیں۔ علوم مفیدہ میں سے صرف طب، ریاضیات، علم الافلاک کی ابتدائی کتابیں اور قانون سے متعلق سواد بچا لیا گیا۔

اس میں شک نہیں کہ اس کتب خانے کی تمام کتابیں جو چار لاکھ کے لگ بھگ تھیں اس تھوڑے سے وقت میں آسانی سے بدقت نظر دیکھیں جاسکی ہوں۔ اس عجلت کے نتیجہ میں ایسی بہت سی کتابیں بچ گئیں جن کا جلایا جانا اس وقت کے علماء کی تنگ نظری کے پیش نظر ضروری تھا۔ (اور بہت سی ایسی کتابیں جلادی گئیں جن کو وہ اس وقت بچانا چاہتے تھے)۔ اس حقیقت کا انکشاف اس وقت ہوا جب منصور نے شاہی فوج بنانے کے لئے بربریوں کو اندلس میں داخل کیا اور انھوں نے بغاوت کرکے قرطبہ پر قبضہ کر لیا۔ جب بربر شہر میں داخل ہوئے، انھوں نے اموِیوں سے محل چھین لیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ کہ محل کے ملبے کے نیچے تہہ خانوں میں اور پانی کے نکاس کی نالیوں میں الحکم کے کتب خانے کی کئی ایسی کتابیں پائی گئیں جن کو چرایا نہ جاسکا یا جنھیں ان باغیوں کے ہاتھ سستے داموں بیچا نہ جاسکا۔ ابن سعید نے بتایا ھے کہ الحکم ثانی کے کتب خانے کا بہت بڑا حصہ، جو ادبیات پر مشتمل تھا، اشبیلیہ، قرطبہ، مریہ اور دیگر شہروں کے

نواحی علاقوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ میں (ابن سعید ۶۱۰ھ-۶۸۵ھ) نے خود ان سے بعض نسخوں کا طلیطلہ شہر میں دیکھا ہے، جو منصور کے عہد میں اس تباہی سے بچ گئے تھے اور یہ کتابیں ان موضوعات سے متعلق تھیں جو بظاھر جلائے جانے کے قابل تھیں (۵۴)۔

یہ بات واضح طور پر کہی جا سکتی ہے کہ جب خلافت ختم ہوئی اور اندلس کئی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹ گیا تو اس طوائف الملوکی میں ہر حاکم ایک خاص رجحان طبع کا مالک تھا۔ یہ دور پہلے تمام ادوار کی نسبت آزادی اور چشم پوشی میں بڑھ گیا تھا۔ اس عہد میں بعض فقہاء نے آپس میں باھمی تمسخر اور ٹھٹھے سے کام لیا مگر حکام کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔

مشکوک کتابوں کی چھان بین کا کام اندلس کے صرف چند شہروں میں جیسے اشبیلیہ وغیرہ میں ہوا کرتا تھا۔ ایسے شہروں میں کتابوں، بازاروں اور دکانوں سے مشکوک کتابیں لے کر بڑے بڑے میدانوں میں ڈھیر کردی جاتیں اور دینی تقاریب کی نہج پر انہیں سب کے سامنے جلایا جاتا تھا۔ اس طرح کا واقعہ ابن حزم کی کتابوں کے ساتھ پیش آیا۔ ابن حزم کے بارے میں فقہاء بہت سا غصہ اور حقد سینے میں رکھتے تھے (۵۵)۔

مرابطین کے دخول اندلس کے وقت دینی ردعمل کو بہت تقویت پہنچی اور اس میں کافی اضافہ ہوا۔ اس طرح دین سے برگشتہ اور شعائر اسلامی سے متنفر بعض سلوک اور عوام میں دینی جذبہ بڑھنے لگا۔ چنانچہ مرابطی سلطان نے اندلس کے مختلف اطراف میں یہ احکام جاری کئے کہ فلسفے کی کتابیں جس کسی کے پاس ہوں جلا دی جائیں، چاہے وہ فقہاء ھی کے پاس کیوں

۵۴- Gayangos : History of the Mohammadan dynasties in Spain. Vol. I. p. XL-XLI.

۵۵- یاقوت الحموی : معجم الادباء. ط مصر، ج ۱۲ ص ۲۵۲۔

نہ ہوں۔ اس قسم کے احکامات سے دوسری طرف مسلم فقہاء میں شدید قسم کا ردعمل پیدا ہوا۔ مگر چونکہ ان کی آواز انفرادی تھی اس لئے چنداں سود مند ثابت نہ ہوئی علاوہ بریں تسامح برتنے والے حکام بھی بدل دئے گئے اور ان احکامات کی پابندی سختی کے ساتھ کرائی گئی۔

اس سب (کتاب دشمنی) کے باوجود مرابطین ھی میں بعض ایسی شخصیتیں اندلس میں اھم مناصب پر فائز تھیں جو کتابیں جمع کرنے میں بہت ممتاز تھیں۔ انھیں میں ابو علی المنصور بن محمد بن الحاج داؤد بن عمر الصنہاجی اللمتونی (متوفی ۵۴۹ھ) بھی تھے۔ جنھوں نے کتابوں کے اصل نسخے اور قدیم مخطوطات کافی مقدار میں جمع کر رکھے تھے (۵۶)۔ الحکم مرابطی ھماری (یعنی عیسائیوں کی) کتابوں کی طرف ذرا بھر دھیان نہ دیتا تھا چہ جائیکہ وہ الغزالی کی کتابیں جلاتا (۵۷)۔ اس نے تو کتب خانۂ ابو بکر عبدالرحمن بن احمد ابراھیم بن محمد بن خلف بن ابراھیم بن محمد ابی لیلی الانصاری (۴۹۰ھ-۵۶۶ھ) جیسے کتب خانے لوگوں سے زبردستی لے لئے تھے (۵۸)۔ یوں تو علی ابن تاشقین بھی اندلس کے مختلف حصوں سے کتابیں جمع کرنے سے نہ رک سکے تاکہ ان کا کتب خانہ اس قدر و منزلت کا بنے کہ شمالی افریقہ کے کسی سلطان کے پاس اس کا مثیل نہ ہو (۵۹)۔

چند سالوں کے بعد جب المغرب (شمالی افریقہ) موحدین کے زیر اثر آیا تو چونکہ یہ لوگ مدرسہ نظام تعلیم کے قائل تھے اس لئے فلسفہ بہت چاھنے لگے۔ چنانچہ یہ حضرات جب اندلس پہنچے تو انھوں نے وھاں پر اپنے اسلاف کی پیروی میں اس وقت سارے اندلس میں مروج مالکی مذھب کی تمام کتابیں

۵۶- ابن الابار: المعجم فی اصحاب القاضی الامام ابی علی الصدفی، ط مجریط، ۱۸۸۵ء. ص ۱۹۳-۱۹۵ ت ۱۷۳-

۵۷- المراکشی: المعجب فی تلخیص اخبار المغرب. ط ڈوزی ص ۱۲۲-

۵۸- ابن الابار: التکملة لکتاب الصلة. ج ۲ ص ۵۶۶ ت ۱۶۰۳ (ط یورپ)-

۵۹- المراکشی: العجب فی تلخیص اخبار المغرب. ط ڈوزی ص ۱۷۰-۱۷۲-

جلانے کے احکامات جاری کر دئے - یہ تمام کتابیں جمع کر کے سمندر پار فاس میں پہنچا دی گئیں جہاں انہیں علی‌الاعلان جلا دیا گیا - چونکہ اس طرح کتابیں جلانے کا کام اندلسی مذہب کے خلاف کھلی دشمنی کا اظہار تھا اس لئے اندلسی عوام میں یہ خیال زور پکڑ گیا کہ سواحدین کافر ھیں اور انہیں دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں ھے - اس خیال کو دبانے کے لئے مواحدین نے فلاسفہ پر سختی شروع کر دی - اسی لئے ہم دیکھتے ھیں کہ ابن رشد اور ابن طفیل کو امتحان و ابتلاء میں ڈالا گیا - ان کی کتابوں کا مکمل طور پر محاسبہ کیا گیا - یہ ابتلاء کا دور اس خوش کن دور کے بعد آیا جب انہیں انہی سلاطین نے اونچے مناسب اور عزت و تکریم دی - انہی کے ھاں ان کی فلسفہ کی کتابیں ھدیۃً پہنچائی گئیں - مگر یہی کتابیں بعد میں بہت ھی نادر الوجود بن گئیں - ان کے نسخوں کی حفاظت بہت ھی دشوار ھوگئی - اگر ان کتابوں کا اندلس سے جلاوطن کئے گئے یہودیوں کے ھاتھوں لاطینی اور عبرانی زبانوں میں ترجمے نہ ھوئے ھوتے (تو یہ کتابیں ختم ھوگئی ھوتیں) - ایسا ھی سلوک مشہور فلسفی ابن میمون کے ساتھ کیا گیا ھے -

مواحدین میں شائقین کتب بھی تھے - انھوں نے اندلسی خطاطوں اور کاتبوں سے بھی کام لیا ھے - ایسے لوگوں میں مریہ کے ابوالعباس بن الصغیرۃ، بلنسیہ سے ان کے والد اور سرقسطہ سے ان کے دادا تھے - ان کے تحریر کردہ نسخے بہت زیادہ قیمت پاتے تھے - ابوالعباس کو سلطان ابو یعقوب نے اپنے کتب خانے کا سہتمم بھی مقرر کیا تھا(٦٠) - مواحدین کو بعض مواقع پر کتابوں کے حصول کے لئے سختی اور سینہ زوری سے بھی کام لینا پڑا ھے جیسے اشبیلیہ کے ابو الحجاج المرانی کے علمی کتب خانے کو حاصل کرنے کے لئے کیا گیا تھا(٦١) -

---

٦٠ - ابن الخطیب : الاحاطۃ فی اخبار غرناطۃ. ج ١ ورق ٣٢ ب (مخطوطہ) -

٦١ - المراکشی : المعجب فی تلخیص اخبار المغرب. ص ٢٣٨ - ٢٣٩ -

ان افریقیوں کے تعصب نے کبھی تو مالکی مذہب کی کتابوں کو(٦٢) اور کبھی فلسفہ سے متعلق کتابوں کو نقصان پہنچایا ہے(٦٣) - اندلس کی کچھ کتابیں افریقہ کے بعض علاقوں میں بھی جلائی گئیں ہیں جیسے کہ تونس کے بڑے میدان میں بلنسیہ کے مورخ ابن الابار کی کتابیں اعلان عام کے ساتھ نذر آتش کی گئیں (٦٤) -

یوں پے درپے آنے والے حکام کی فکری کجی نے پورے جوش و خروش کے ساتھ اندلس کے شائقین کتب کے جمع کردہ سرمایے کو برباد کیا - باقی رہیں وہ کتابیں جو عیسائیوں، مسلمانوں اور یہودیوں نے جلانے سے بچالیں وہ ہم (اسپینی لوگ) نے ہدیۃ دے کر ضائع کر دیں جیسے کہ سانشو چہارم کے عہد میں ہوا ہے - اس نے بنی مرین کو اپنے ملک میں موجود عربی کتابیں دینے کا وعدہ کیا، پھر یکبارگی تین اونٹوں کے بوجھ کے برابر ایسی کتابیں ہدیۃ دے دیں - روض القرطاس میں ہدیۃً دئے گئے بعض ایسے مخطوطات کا ذکر موجود ہے(٦٥) - علاوہ بریں ہم نے بچی ہوئی کتابیں خود جلا کر بھی ضائع کی ہیں - یہ بھی ویسا ہی جرم تھا جیسا کہ اس سے قبل مسلمان کر چکے تھے - ہم نے ان کی پیروی کی - مسیحی اسپین میں جو سب سے بڑی آگ لگائی گئی اور جس سے تخریب کاری کی ابتداء ہوئی وہ غرناطہ میں باب الرملہ کے میدان میں کارڈینل خیمینیس کے احکامات کی بجاآوری کے طور پر تھی - اس آگ میں ہزاروں خوبصورت خط اور عمدہ کام والے مخطوطات جلائے گئے - فادر الکولیا (Alcolea) کے بیان کے مطابق اس میں کئی مخطوطات ایسے تھے جن پر سونے، چاندی اور جواہرات کا کام کیا ہوا تھا - ان مخطوطات

---

٦٢ - ابن الابار: التکملة لکتاب الصلة. ج ۱ ص ٢٧٦ ت ٨٢٠ (ط یورپ) -

٦٣ - المراکشی: المعجب فی تلخیص اخبار المغرب. ط ڈوزی ص ٢٢٥ -

٦٤ - ایضاً: ص ١٧٠ - ١٧٢ -

٦٥ - المقری: نفح الطیب. ج ۱ ص ٨٦٨ -

کی قیمت تقریباً لاکھوں ریال کے برابر تھی۔ اس موقع پر تماشائیوں میں سے بعض نے اس خواہش کا اظہار بھی کیا کہ اگر یہ مخطوطات بیچے جائیں تو وہ ان کی ساری قیمت اسی وقت دینے کو تیار ہیں۔ کتابوں کے جلانے کے اس واقعہ کو کافی نہ سمجھا گیا بلکہ بعد میں ۱۵۱۱ھ میں ''خوانا،، ریاست میں ایسا ہی ایک اور واقع پیش آیا، جب کہ حکام نے اس علاقے میں باقی ماندہ مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ جو عربی کتابیں ان کے پاس ہیں چھان بین کے لئے پیش کریں۔ ان سے فلسفہ کی کتابیں (جن میں سے کوئی باقی نہیں بچی تھی کیونکہ سب جلائی جا چکی تھیں) طب اور تاریخ (جو بہت تھوڑی تھیں) کی کتابیں واپس کردی جائیں گی اور صرف قانون کی کتابیں (جو تعداد میں کثیر تھیں) جلادی جائیں گی(٦٦)۔ اس کے بعد عیسائیوں کی مجلس اعلی نے ان احکامات کو روک دیا اور کتابوں کے جلانے اور اس معاملے میں غفلت شعار اور حیلہ سازوں کو سزائیں دینے کا کام اپنے ذمے لے لیا۔ اس سختی کے باوجود مسلمانوں نے پھر بھی کچھ کتابیں چھپالیں اور وہ نذرآتش ہونے سے بچ گئیں۔ اس امر کا پتہ تب چلا جب وادی الحجارۃ سے مسلمانوں کو بالکلیہ نکال دیا گیا۔ فرای مارکوس کا کہنا ہے کہ اس وقت جلاوطن کئے جانے والے مسلمانوں کے گھروں سے بہت سی دینی کتابیں، عجیب و غریب حروف، مختلف رنگوں اور اشکال والے قرآن مجید ملے۔ اس سے عیسائیوں کو پتہ چلا کہ مسلمان ان سختیوں اور باز پرس کے باوجود کئی کتابیں چھپائے ہوئے تھے۔ اس ضمن میں کئی واقعات بیان کئے جاسکتے ہیں۔ جیسے کہ اسکولانو نے اپنی کتاب Decades کے دسویں باب کی چالیسویں فصل میں بیان کیا ہے کہ Altea کا قاضی جب اگست ۱۵۸۴ء میں واپس اپنے محل میں جارہا تھا تو اچانک اسے ایک مسلمان ملا جو ایک گٹھر اٹھائے ہوئے تھا جس میں کئی رنگوں اور مزین خط والے مصاحف تھے۔ اس شخص نے بتایا کہ

---

٦٦ - ابن خلدون : العبر و دیوان المبتداء والخبر ۔۔۔ ج ۷۔

یہ سب اس کے چچا خونطار، جو اس علاقے کا فقیہہ تھا، کی ملکیت ہیں۔ قاضی نے اس شخص کو قید کر لیا اور عیسائیوں کی مجلس اعلی کے سامنے پیش کیا(٦٧)۔

محاسبہ کرنے والوں کا جوش و ولولہ کئی اور وجوہ کی بنا پر بھی بڑھا ہے۔ ١٧ویں صدی عیسوی میں اسپین اور مراکش کے سلاطین کے مابین سیاسی گفتگو ہوئی۔ اس گفتگو میں مراکشی مندوبین نے اسکوریال کی عربی کتابوں کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ کیونکہ ان میں بہت بڑا حصہ مولای زیدان کے کتب خانے کی کتابیں تھیں۔ یہ کتابیں کشتیوں کے ذریعے جب مراکش منتقل کی جارہی تھیں تو ان پر اسپینیوں نے قبضہ کرلیا تھا۔ کتابوں کی واپسی کا یہ معاملہ عیسائیوں کے مفتئ اعظم کے پاس رائے کے لئے پہنچایا گیا تو اس نے فتوی دیا کہ اسلامی کتابیں ہرگز واپس نہ کی جائیں کیونکہ یہ اسلام پھیلانے میں ممد و معاون ثابت ہوتی ہیں۔ یہ کہا کہ اس کے بدلے علم الافلاک ،طب، ھندسہ اور تاریخ وغیرہ سے متعلق کتابیں دے دی جائیں۔ اور حکومت اس سے اچھی رائے رکھتی ہو جو اس قسم کی ہوسکتی ہے جیسے کارڈینیل خیمینیس نے غرناطہ پر قبضہ کے بعد ہزاروں مخطوطات کو جلایا تھا، تو یہ رائے یقینا اچھی ہے۔ جب یہ رائے حکومت کی مجلس اعلی تک پہنچی تو تقریباً سبھی نے انہیں جلانے کی قرارداد منظور کی۔ ان میں سے بہت کم ممبر ایسے تھے جو صرف دینی کتابوں کے جلانے کے حق میں تھے۔ مگر قدرت اسپین کے اس بے مثال ذخیرے کو آگ سے بچانے کی خاطر اس سے کہیں اچھی تدبیر کر رہی تھی۔ وہ یوں کہ المرکیزویلادا (Velada) نے بادشاہ کو نصیحت کی کہ اس کتب خانے کو محفوظ مقام پر بحفاظت رکھا جائے۔ یہ نقطہ نظر قبول کر لیا گیا۔ اس واقعے سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آگ کے شعلے اس تھوڑے سے سرمایہ کو، جس پر آج ہم فخر کرتے ہیں، کس طرح

٦٧- Simonet : Elcardinal Cisneros. P.

اپنی لپیٹ میں لینے والے تھے۔

میں کارڈینیل خیمینیس اور مجلس محاسبہ کے ممبروں کو مورد ملامت نہیں ٹھہراتا اور نہ ہی اس قسم کا خیال رکھتا ہوں۔ کیونکہ ان کے پیچھے محرک القلعہ (Alcala) یونیورسٹی کے بانی کی طرح علوم و فنون سے نہ نفرت ہے اور نہ ہم عربی ادب کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ بلکہ حقیقت اور انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان واقعات کو برا بھلا کہنے کی بجائے ان پر حزن و ملال اور افسوس کا اظہار کریں۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی متہم نہیں ٹھیرایا جاسکتا کیونکہ ان پر نگرانی وہ حضرات کر رہے تھے جو ہمارے عوام میں سے تھے اور اپنی متعصب خواہشات کی تکمیل کے لئے ان پر سوار تھے۔ (ہمیں اتنا زیادہ افسوس بھی نہ کرنا چاہئے کیونکہ جو) مصیبتیں ہم نے برداشت کیں، خاص کر ان عظیم خوبیوں کے پھیلانے میں جنھوں نے ہماری آزادی اور استقلال کو غذا بہم پہنچائی ہے وہی تو بعد میں ہماری عظمت و قوت کی اساس بنی ہیں۔

اب مسئلہ باقی رہ جاتا ہے کہ کتابوں کے جمع کرنے والوں کو تنگ کیوں کیا گیا؟ ہمارے (اسپینی) قوانین اور احکامات کا مقصود خطرناک کتابوں کا جلانا تھا اور ان میں سے مفید کو بچانا۔ اس وقت بھی ایک ممکن صورت ہو سکتی تھی۔ اس کے علاوہ بہتر تو یہ تھا کہ عدالتیں اور محاسبہ کمیٹیاں کتابوں کی چھان بین میں ان حضرات پر انحصار کرتیں جو عربی زبان سے پوری طرح واقف ہوتے۔ مگر یہ بات آسان نہ تھی۔ (کیونکہ ایسے ماہر اشخاص بہت کم ملتے تھے۔ چنانچہ اسی وجہ سے کتابوں کے جانچنے میں اکثر غلطیاں ہوئی ہیں)۔ مجھے یاد ہے کہ میں (خولیان ربیرا) نے بلنسیہ یونیورسٹی کے کتب خانے میں ایک عربی مخطوطہ دیکھا اس پر قطلونی زبان مگر قشتالوی حروف میں یہ نوٹ لکھا تھا:

''مسلمانوں کے یہاں سے نکل جانے کے بعد میں (خائمہ فرانده) نے اس گھر میں جو مسلمانوں کے سردار: میل لینی کا تھا، ایک کتاب پائی جو عربی حروف میں لکھی ہوئی تھی۔ اس کے پڑھنے کے لئے آج تک مجھے کوئی شخص میسر نہیں آسکا۔ مجھے ڈر ہے کہ یہ کتاب کہیں قرآن نہ ہو،،۔

یہ بچ جانے والی کتاب حرف و نحو سے متعلق تھی۔

کتنے ھی ایسے مخطوطات تھے جن کے بارے میں لوگوں کو شک ہوتا رہا کہ شاید یہ قرآن مجید ھیں اور پھر ان کی جہالت کی بدولت وہ نسخے نذر آتش کئے جاتے رہے(٦٨)۔

* * *

٦٨ - Janier : Candition Social de los Moriscos en Espana. P. 86.

اشاریہ

اس اشاریے میں اکثر و بیشتر ان مشاہیر کے اسماء ہیں جن کا تعلق اندلس میں کتب خانوں یا ان سے متعلقات سے وابسطہ رہا ہے۔

ابجدی ترتیب میں ابو، ابن، اخو وغیرہ کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ جن اندراجات کے بعد قوسین کے درمیان ''م،، دیا گیا ہے اس سے مراد مقام، شہر یا کوئی جگہ ہے۔ اسی طرح جن کے بعد ''ک،، لکھا گیا ہے ان سے کتابیں مراد ہیں جن کا ذکر اس مقالے میں آیا ہے۔

ق

ک

ل

م

ن

و

ہ

ی

مطبع : اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ پریس ، اسلام آباد